جولائی ۱۹۸۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

- جماعت حضرت شیخ الہند سے تنظیم اسلامی تک
- موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کا طریق کار (۲)
- مسئلہ سندھ اور استحکام پاکستان ــــ ایک اہم مذاکرہ

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

تازہ، خالص اور توانائی سے بھرپور

پاک پیور®

مکھن اور دیسی گھی

یونائیٹڈ ڈیری فارمز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
(قائم شدہ ۱۸۸۰) لاہور
۲۲- لیاقت علی پارک ۴- بیڈن روڈ- لاہور، پاکستان
فون: ۳۱۲۷۵۴-۲۲۱۵۹۸

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

جلد ۳۶
شمارہ ۷
ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
جولائی ۱۹۸۷ء
فی شمارہ ۵/-
سالانہ زرِ تعاون ۵۰/-

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیرِ مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مینجنگ ایڈیٹر
اقتدار احمد

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
حافظ عاکف سعید
مقبول الرحیم مفتی

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوحا، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال یا ۱۱۵/- روپے پاکستانی
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر	۶ امریکی ڈالر یا ۱۰۰/- روپے پاکستانی
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ	۹ امریکی ڈالر یا ۱۵۰/- "
شمالی و جنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ	۱۲ امریکی ڈالر یا ۲۰۰/- "

ترسیلِ زر: ماہنامہ میثاق لاہور یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ ماڈل ٹاؤن برانچ
۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن لاہور - ۱۴ (پاکستان)، لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

سب آفس: ۱۱- داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی فون ۲۱۶۵۸۲

طابع: چوہدری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس شارع فاطمہ جناح، لاہور

مشمولات

❖ عرضِ احوال ——— ۳

——— اقتدار احمد

❖ "جماعت شیخ الہندؒ سے تنظیمِ اسلامی تک" ——— ۱۱

امیر تنظیمِ اسلامی کی زیرِ تالیف کتاب کا مقدمہ

❖ الہدیٰ (نشست ۳۳) ——— ۴۱

عائلی زندگی کے بنیادی اصول

——— ڈاکٹر اسرار احمد

❖ موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کا طریقِ کار ۴۹

سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں (قسط ۲)

——— ڈاکٹر اسرار احمد

❖ محاضراتِ قرآنی (آخری قسط) ——— ۷۱

مسئلہ سندھ اور استحکامِ پاکستان

——— مقبول الرحیم مفتی

❖ رفتارِ کار ——— ۸۳

تنظیمِ اسلامی کے مرکزی دفتر کی رابطہ مہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتدار احمد

عرضِ احوال

ہمارا ایمان ہے کہ اذنِ ربّی کے بغیر پتا بھی نہیں ہلتا۔ ملکِ خداداد میں آج جو کچھ ہو رہا ہے...... بلکہ صحیح تر الفاظ میں جو کچھ ہوتا ہمیں نظر آتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے' لیکن مسئلۂ جبر و قدر کی فلسفیانہ موشگافیوں میں پڑنے کی بجائے ہمارا اندازِ فکر یہ ہونا چاہئے کہ ہر خیر کو ربِّ کریم کا فضل گردانیں اور ہر شر کو اپنے اعمال کی شامت۔ اور طرزِ عمل یہ کہ خیر کو پہچاننے اور اس کے حصول میں حسبِ استطاعت کوشاں رہیں اور شر کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی حتی الامکان کوشش جاری رکھیں۔ کبوتر اگر بلّی کی زد میں آ ہی جائے تو دو راستے اس کے سامنے کھلے ہوتے ہیں' ہمّت مجتمع کر کے بال و پر کو حرکت دے اور بچنے کی سعی کرے یا آنکھیں بند کر کے اس تصوّر کی عافیت میں پناہ لے لے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ افسوس کہ بحیثیت مجموعی ہمارا انداز کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے کی صورت کا غماز ہے اور ظاہر ہے کہ یہ زندہ قوموں کا چلن نہیں۔ ہماری عظیم اکثریت اپنے روز مرّہ کے مسائل و مشاغل میں یوں مست ہے کہ ؏

ہر لحظہ مری جان مجھے میری خبر کر

وہ لوگ نہایت قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں جنہیں ملک و ملت کے مستقبل کی فکر ہے اور ان میں سے بھی ایسے صاحبانِ عقل و دانش تو انگلیوں پر ہی گنے جا سکتے ہیں جو درپیش خدشات و خطرات کا صحیح ادراک رکھتے اور ان کا مداوا سوچ سکتے ہوں' وگرنہ اکثر سوچنے سمجھنے والے بھی ان گتھیوں کو سلجھانے میں خود ہی الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

کھلی آنکھوں سے دیکھیں تو گردوپیش عجیب بلکہ مہیب مناظر ہیں۔ اربابِ حل و عقد لاکھ لوریاں دیں اور ذرائع ابلاغ نظر بندی کے کتنے ہی شعبدے دکھائیں' کون نہیں جانتا کہ ہم من حیث القوم اخلاقی' دینی' معاشرتی' اقتصادی اور سیاسی' القصہ ہمہ جہتی انحطاط کا شکار ہیں۔ ہمارے قومی کردار کے بحران نے ہماری اعلیٰ ہی نہیں ادنیٰ قدروں اور اداروں کو بھی ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے...... لگتا ہے کہ کج فکری' خود غرضی اور بد عنوانی ہمارے ملک کی فضا پر ایسے محیط ہو گئی

ہے جیسے کرۂ ارض پر ہوا کا غلاف ہو۔ سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ اس ساری خرابی کو حکومت کے سر جڑ دیا جائے کہ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ بروں بینی ہی نہیں دروں بینی بھی کی جائے۔ یقیناً عوام الناس کی کمزوری سماج اور حکومت کے مشترک اثرات کی شہ زوری کے رحم و کرم پر ہے بایں معنیٰ کہ خواہی نخواہی انہی کے رنگ میں وہ اپنے آپ کو رنگ لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے عدل و قسط کی میزان جب میدان حشر میں نصب کی جائے گی اس روز اس مقدمے کی کارروائی کا یہ نقشہ قرآن مجید سے آج بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ○ "اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے "دنیا میں ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لئے بھی کچھ کر سکتے ہو"؟ وہ جواب دیں گے "اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمہیں دکھا دیتے۔ اب تو یکساں ہے خواہ ہم جزع فزع کریں یا صبر، بہرحال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔" (سورہ ابراہیم..... آیت ۲۱)

چنانچہ اپنے معاشرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے ہمیں خرابیوں کی ذمہ داری متعلقہ فریقوں پر بحساب حصۂ رسدی ہی ڈالنی ہے۔ حاشا و کلّا ہمیں کسی کی توہین و تذلیل مقصود نہیں، ایک دکھے دل سے اٹھتا نوحے کا دھواں ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

سب سے پہلے فرد کے معاملے کو لیجئے۔ بمصداقِ قرآنی..... "و کلھم آتیہ یوم القیامۃ فردا"..... ہم میں سے ہر شخص کو روزِ حشر اپنا اپنا اعمال نامہ لے کر پیش ہونا ہے۔ اہل پاکستان ماسوا ایک چھوٹی سی اقلیت کے' بحمد اللہ مسلمان ہیں۔ نظری طور پر ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کلّی اور غیر مشروط اطاعت کے پابند ہیں لیکن کیا ہمارے معمولاتِ زندگی اس پابندی کا کسی بھی درجے میں مظاہرہ کرتے ہیں؟۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نماز کا قیام کفر اور اسلام کے مابین حدِ فاصل ہے۔ لیکن بلا تامل اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ ہزار سجدوں سے آدمی کو نجات دلانے والا یہ ایک سجدہ ہمیں گراں ہی نہیں گذرتا' الاّ ماشاءاللہ' ہماری دن بھر کی مصروفیات سے تقریباً خارج ہے۔ ہم ایک حقیقی اسلامی حکومت کے نہیں تو کم از کم مسلمانوں کی حکومت کے زیر نگیں زندگی گذار رہے ہیں' ہمیں مساجد کو آباد کرنے اور آباد رکھنے میں حکومت کا کوئی قانون' کوئی فرمان مانع نہیں تو پھر آخر کیوں ایسا ہے۔ کہ ع

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

اقامتِ صلوٰۃ من جملہ دیگر امور کے ہمارے معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستانی قوم کو زمین کے ایک ٹکڑے پر اقتدار عطا فرمایا تو سب پر فرداً فرداً لازم آیا کہ۔

> اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ○ "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے' اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (سورہ الحج آیت ۴۱)

سوال یہ ہے کہ پچھلے چالیس سالوں میں ہم میں سے کتنے لوگوں کو ان تقاضوں کا احساس ہوا۔ اور یہ معاملہ محض مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ دین کے معاملے میں کسی بھی پہلو سے اپنا جائزہ لے لیں'

معلوم ہو گا کہ آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔

بظاہرِ احوال "اسلام" کے تقاضوں سے ہمارا یہ مجرمانہ تغافل دلوں کے "ایمان" سے خالی ہو جانے کے باعث ہے۔ ہماری متاعِ ایمان پر دن دہاڑے ڈاکہ ڈالنے والا اس زمانے کا سب سے بڑا شرک "مادہ پرستی" ہے' یہی اس دور کا دجّال ہے۔ جس نے ہمیں مسبّب الاسباب کی بجائے اسباب پر بھروسہ رکھنے اور تکیہ کرنے کا ایسا عادی بنا دیا ہے کہ ؏

چھٹتی نہیں ہے مونہہ کو یہ کافر لگی ہوئی

علماءِ دین...... الّا ماشاء اللہ...... قوم کے اصل مرض کی تشخیص سے قاصر ہیں' وہ مذہبی شعائر کی فکر میں دُبلے ہوئے جاتے ہیں اور اس میں بھی انہیں زیادہ چنتا ان شعائر کی ہے جو ان کے مخصوص مسلک کا نشان بنتے ہیں۔ ایک بڑی دینی جماعت کا سارا زور اسلامی نظام کی مادّی برکات پر ہے نفاذ اسلام کے لئے وہ ایک ایسا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے جس میں حصولِ منزل کے امکانات "الشاذ کالعدوم" کے حکم میں آتے ہیں اور جس کے طریقِ کار میں بنیادی طور پر مضمر ہے اک صورت خرابی کی...... ایک اور عظیم حرکت "ایمان کی محنت" کے عنوان سے نظر آتی ہے لیکن اس محنت کے ثمرات بھی ہر چند کہیں کہ ہیں نہیں ہیں۔ کاش ان مخلص لیکن سادہ دل لوگوں نے حصول ثواب کے آسان اور سستے نسخے تقسیم کرنے اور کمزور روایات کا سہارا لینے کی بجائے قرآن کو اپنی دعوت کا محور و مدار بنایا ہوتا اور سیرتِ مُطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اپنی تحریک کے مراحل اور اہداف کا تعین کیا ہوتا تو اب تک نتائج کی اچھی خاصی فصل تیار ہوتی۔

الغرض صورت حال تا این دم یہ ہے کہ افرادِ قوم دولتِ ایمان سے محروم' اعمالِ صالحہ سے تہی دامن اور اپنے دینی فرائض کے شعور سے بھی عاری ہیں اور اس پر قیامت یہ کہ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اصحابِ ثروت مال مست' رجالِ دین حال مست اور غریب غرباء کھال مست ہیں۔ الّا ماشاء اللہ کسی کو یہ فکر لاحق نہیں کہ ہم تباہی و بربادی کی کس دلدل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قوم کی فکر کو صحیح نہج پر ڈالنے اور عملی رہنمائی دینے میں ذرائع ابلاغ کا جو حصہ ہے اس کی اہمیت پر زور دینا تحصیلِ حاصل ہے۔ دورِ جدید میں ان کی تاثیر کی گہرائی دہ چند ہو گئی۔ ابلاغ کے نئے نئے انداز اور ان کے سائنسی ارتقاء نے زمین کی طنابیں کھینچ کر رکھ دی ہیں۔ فکر و نظر کے نئے زاویئے اور عملی مسائل کے تازہ بتازہ حل آناًفاناً دُنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے نشر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہم وطن ذرائع ابلاغ کی اس یلغار کے آگے کئی پہلوؤں سے عاجز و بے بس ہیں۔ غیروں کے حملوں کا دفاع کرنے کی بات کیسے سوچیں جب اپنوں کی طرف سے بھی کچھ کے ملتے ہیں۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

ایک طرف اپنے ہاں "نظریۂ پاکستان" یعنی اسلام کے لئے تحقیق و تطبیق کا کام نہ ہونے کے برابر ہے جس سے فکری سطح پر خلاء کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے اور "جائے خالی را دیوی گیرد" دنیا جہان کے باطل نظریات مغربی پریس کے ذریعے ذہنوں کو مسخر کر رہے ہیں۔ الحاد' اباحیت اور تجدد کا سیلاب ہماری جوان اور نوجوان نسل کو بہائے لئے جا رہا ہے۔ دوسری طرف ملکی سطح پر موثر ترین ذریعہ ابلاغ یعنی ٹیلی ویژن لُٹیا ڈبونے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے..... انتشارِ خیالی اور فسادِ عملی کا جس پیمانے پر ٹیلی ویژن سبب بن رہا ہے اسے بیان کرنے کے لئے خاصی ہی مضبوط قدرتِ اظہار درکار ہے۔ نام نہاد مذہبی پروگرام محض خانہ پری کے لئے ہیں اور اس بات کا اہتمام صاف نظر آتا ہے کہ ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

موسیقی کے نت نئے اسلوب اور انگریزی فلموں کی بھرمار ہماری رہی سہی اخلاقی قدروں کی دھجیاں بکھیر رہی ہیں اور ڈرامے..... العیاذ باللہ بنیادی اسلامی بلکہ مشرقی معاشرت کا تار و پود بکھیرنے میں بے حد کامیابی حاصل کر ہی چکے ہیں۔ اختلاطِ مرد و زن' نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ میل جول' اپنے معاملاتِ عشق و محبت کا بے باک اعلان اور اس پر والدین کی خوشنودی' لباس کی بے ستری' انداز کی بے حجابی اور "چادر و چار دیواری" کی پامالی ان کا صرف ایک پہلو ہیں۔ اسلامی بلکہ رواجی پردے کا کیا ذکر خود دوپٹے کی تحقیر کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسے کسی چار جماعت پڑھی اور دوپٹہ رکھنے والی خاتون کے سر پر دکھایا جانا حرام ہے۔ دوپٹہ یا چادر کا استعمال کسی خاتون کے اَن

پڑھ' جاہل' قلاش یا معاشرے کے ادنیٰ ترین طبقے سے متعلق ہونے کی علامت کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ٹیلی ویژن کے حکومتی ادارے سے کچھ کہنا صدا بصحرا ہے۔ اسی پر بس ہے کہ ؎

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

ریڈیو کا سمعی ذریعۂ ابلاغ بھی حکومت کے انہی کارپردازوں اور دانشوروں کے رحم و کرم پر ہے جن کی "روشنیٔ طبع" ٹیلی ویژن پر گُل کھلا رہی ہے۔ لہٰذا نتیجے کے اعتبار سے یہ "رام ملائی جوڑی" ہے سوائے اس کے کہ بصری سہولت حاصل نہ ہونے کے باعث اس کی ہلاکت آفرینی کو اہل نظر "قیامت کے فتنے سے کم دیکھتے ہیں" ......

ہمارا اصل شکوہ تیسرے اور نسبتاً مصروف طبقات میں زیادہ موثر ذریعۂ ابلاغ یعنی اخبارات و جرائد سے ہے ان میں سے ...... معدودے چند کے استثناء کے ساتھ ...... سب کے سب نجی اداروں اور شخصیات کے اختیار و تصرف میں ہیں۔ ان میں سے اکثر کے ذریعے ہماری اقدار کی کھال جیسے ادھیڑی جا رہی ہے وہ گفتنی سے زیادہ دیدنی ہے ان سے بہ حد ادب اور بصد خلوص و اخلاص ہماری گذارش ہے کہ خدارا اپنے کاروباری مفادات پر دین و مذہب کے رہے سہے بھرم کو قربان نہ ہونے دیجئے آپ تو آزاد روی اور بے حیائی پھیلانے کے معاملے میں ٹیلی ویژن کے بھی کان کتر رہے ہیں۔ آپ کے صفحات کا گلا ہوا زہر تو دنوں' ہفتوں' مہینوں خورد و کلاں کی رگوں میں سرائت کرتا رہتا ہے۔ غضب خدا کا' اپنی ایسی ہمہ گیر باخبری کے باوجود آپ کو احساس نہیں ہوتا کہ ملک و قوم کے سر پر خطرات کے کیسے کیسے بادل منڈلا رہے ہیں۔ کیا ان خطرات کے مقابلے کے لئے اہل وطن کو ایسے ہی تیار کیا جاتا ہے؟۔

راقم الحروف کو مشرق بعید سے لے کر مغرب بعید تک متعدد خوشحال و ترقی یافتہ ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ ماہناموں اور ہفت روزوں کا تو ذکر نہیں البتہ روزناموں کے بارے میں وہ پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ایسے رنگ برنگے اور چھیل چھبیلے اخبارات صرف پاکستان میں پائے جاتے ہیں جو روزانہ چار بڑے صفحات پر رنگوں کی قوس و قزح بکھیرتے ہوں اور کوئی دن جاتا ہو

گا کہ لڑکیوں اور خواتین کی دلکش و چنیدہ تصویریں ان صفحات کو مزین نہ کریں مخصوص یادگاری ایڈیشن بزرگانِ دین اور شعائر دینی کے بارے میں بھی شائع ہوتے ہیں لیکن "اساطیر الاولین" اور "تبرک" کے طور پر ورنہ قابلِ رشک اور لائقِ اتباع تو ان حضرات و خواتین کی زندگیاں ہیں جن کے سوانح، معمولات کی تفصیل' پسند و ناپسند کے معیار اور مختلف زاویوں سے جاذب نظر رنگین تصاویر کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں جو فنونِ لطیفہ و شریفہ کے میدان میں نظریۂ پاکستان کے بالمقابل صف آراء ہیں..... ہماری نئی نسل کے ناپختہ ذہنوں پر اس طرح جو نقوش ثبت کئے جا رہے ہیں ان کی موجودگی میں درویش کی یہ صدا کون سنے گا کہ ؎

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول' طاؤس و رباب آخر

ادارتی صفحات پر ہر طرح کے رطب و یابس کو جگہ دی جا رہی ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے لیکن ہر کہ و مہ کو اذنِ عام ہے کہ جو جی میں آئے لکھ دے۔ اپنی ڈفلی اپنا راگ ..... "دانشوروں" کو اجازت ہے کہ بر سرِ عام نظریۂ پاکستان میں نقب لگائیں اور پذیرائی انہی کی نگارشات کی ہوتی ہے۔ دوسری طرف کی بات سامنے لائی ضرور جاتی ہے لیکن نسبت و تناسب کے اعتبار سے پلڑا اوّل الذکر کی طرف ہی جھکتا ہے..... ہم مالکان و مدیرانِ اخبارات و جرائد سے نصح و خیر خواہی کے عمیق جذبے کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ اپنی روش پر غور فرمائیں۔ وہ اپنے ہم وطنوں کی سیرت و کردار کی تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ انہیں بہت سوچ سمجھ کر اب ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے کہ رفتہ رفتہ ان کے قارئین کا مذاق بدلے ورنہ اس ذہنی و اخلاقی "تخریب کاری" کے جو ہولناک نتائج نوشتۂ دیوار ہیں ان کی ذمہ داری میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اس دفعہ بجٹ کے اعلان اور "بجٹ آیا' بجٹ آیا' دوڑنا" کی ہاہا کار کے بعد اس میں ترمیم اور اصلاحی تجاویز و اقدامات سے قومی کردار کا وہ دیوالیہ پن خاصا ہی الم نشرح ہوا جس کا رونا ہم رو رہے ہیں۔ بجٹ اور ترامیم کے حسن و قبح پر تبصرہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں محض چند جھلکیاں دکھانا مقصود ہے۔

☆...... بجٹ تجاویز کے حد درجہ اخفاء کے باوجود تقریباً پوری کی پوری بات اخبارات تک میں شائع ہو گئی اور متاثر ہونے والی اشیاءِ صرف بازار سے غائب ہو گئیں۔

☆...... بجٹ کے اعلان کے ساتھ ہی متاثرہ اشیائے صرف کے مونہہ مانگے دام وصول کئے گئے جو اضافی ٹیکسوں سے بھی زیادہ تھے۔

☆...... اضافی ٹیکسوں سے زیر بار آنے والے لوگ بنیانِ مرصوص بن کر سڑکوں پر نکل آئے (کاش اس طرح کا کوئی مظاہرہ ہماری مسلمان قوم نے کبھی کسی منکر کے خلاف بھی کیا ہوتا' کہ نہی عن المنکر جس کے ایمان کے لوازم میں سے ہے)

☆...... حکومتی اخراجات میں کمی اور سادگی کا ڈھنڈورا ایسے پیٹا گیا کہ اچھے اچھوں کے کان پک گئے لیکن اس مہم کا حاصل کیا ہو گا اس کے بارے میں اندازے بہت مخدوش ہیں۔

☆...... عوامی نمائندوں نے بھی اپنے طور پر اخراجات میں کمی اور سادگی کا بھرپور "مظاہرہ" کیا۔ پنجاب اسمبلی میں حزب اقتدار کی ایک نمایاں خاتون رکن کا فوٹو اس حال میں اخبار میں شائع ہوا کہ اجلاس میں شرکت کے لئے رکشا پر سوار ہو رہی ہیں لیکن اگلے ہی روز اسی اخبار نے خبر دی کہ وہی محترم خاتون آج "مرسڈیز" میں سوار ہو کر اسمبلی پہنچی ہیں۔

☆...... بجٹ کے خسارے کو کم کرنے کے لئے ٹیکس گذاروں کی دُم میں مروڑنے کا اعلان کیا گیا اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے رشوت کے دروازے بند کرنے ضروری ہیں کہ اہل غرض اسی ذریعے سے سرکاری واجبات بچاتے ہیں۔ چنانچہ ٹیکس چوروں کے علاوہ محاصل وصول کرنے والے سرکاری کارندوں کے لئے بھی رشوت اور بد عنوانی پر کڑی سزاؤں کی وعید سنائی جارہی ہے اور اس سلسلے میں عنقریب قوانین میں ضروری ترامیم کرنے کی کارروائی کا آغاز کیا جائے گا۔

یہ سب باتیں کس بات کی غمازی کرتی ہیں۔ تاجروں اور دکانداروں کا اخلاقی افلاس' ٹیکس دہندگان کے لئے واجبات کی ادائیگی سے بچنے کے لئے آسان راستوں کا کھلا ہونا' سرکاری کارندوں کی حد سے بڑھی ہوئی ہوسِ جلبِ زر' حکومتی اداروں کی شاہ خرچی اور ریاکاری اور عوام النّاس کا یہ تاثر کہ ان کی جیبوں سے نکلے ہوئے ٹیکس اللّے تللّوں میں اڑا دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب ایک مزمن مرض کی وہ علامات ہیں جو دنوں کے نہیں سالوں کے منفی اثرات کا مظہر ہیں اور عقوبت کو شدید کرنے سے

باقی صفحہ پر

امیرِ تنظیمِ اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی زیرِ طبع تالیف

جماعتِ شیخ الہندؒ

سے — تنظیمِ اسلامی — تک

کا

مقدّمہ

جو

رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ کے آخری عشرے میں

مکّہ مکرّمہ (زادَاللّٰہ شرفہا) میں قلمبند ہوا

منہجِ انقلابِ نبویؐ کے بعد

تنظیم اسلامی کی مطبوعات میں ایک گرانقدر اضافہ

جماعت شیخ الہندؒ اور تنظیمِ اسلامی

ایک ضخیم تالیف جس میں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بعض اہم تحریریں مثلاً

- مقدمہ
- حضرت شیخ الہندؒ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مسئلۂ انتخاب و بیعتِ امام الہند
- "فرائض دینی کا جامع تصور" ۔ اور اس موضوع پر محاضراتِ قرآنی کی رُوداد

اور ڈاکٹر صاحب کے درج ذیل خطابات شامل ہیں:

- جہاد بالقرآن
- التزام جماعت اور مسئلۂ بیعت
- قرآن کے نام پر اُٹھنے والی تحریکات اور علماءِ کرام کے خدشات۔

مزید برآں

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کی دینی تحریک کے بارے میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم کی آرا اور بعض دیگر اہم مضامین بھی کتاب کی زینت ہیں۔

لگ بھگ چھ صد صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان شاء اللہ اگست ۸۹ء کے پہلے ہفتہ میں شائع ہو جائے گی۔

قیمت -/۴۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○ زیرِ نظر کتاب راقم الحروف کی چند تحریروں اور تقریروں کا مجموعہ ہے جو ۸۵۔ ۱۹۸۴ء کے دوران اکثر و بیشتر ماہنامہ 'میثاق' اور بعض مجلّہ 'حکمت قرآن' میں شائع ہوئیں۔

○ ان کی وہ قدرِ مشترک، جو ان کی کتابی صورت میں تالیف کا سبب بنی، یہ ہے کہ ان میں علماء کرام بالخصوص منتسبین حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے خطاب اور عرض و معروض بھی ہے۔

○ اور ان میں سے بعض حضرات کے اعتراضات کا جواب اور شکوک و شبہات کا ازالہ بھی۔

............○............

یہ بحث دو اسباب سے شروع ہوئی :

ایک یہ کہ راقم نے اپنی ایک پرانی تحریر جو "میثاق" کی ستمبر و اکتوبر ۷۵ء کی مشترک اشاعت میں "مولانا ابوالکلام آزاد، جمعیت علماء ہند، اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی بطور 'قندِ مکرّر' جنوری ۸۴ء کے پرچے میں دوبارہ شائع کر دی۔

○ جس پر طنز و طعن سے بھرے ہوئے دو خطوط کہروڑپکا (ضلع ملتان) کے مولانا اللہ بخش ملکانوی صاحب کے موصول ہوئے جن میں متحدیانہ انداز کے سوالات بھی تھے۔

میں، اپنی دعوت و تحریک کی مصلحتوں کے پیشِ نظر، طعن و طنز سے صرف نظر کرتے ہوئے ازالہ شبہات کی موزوں اور مناسب صورت کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ان کی ایک تیز و تند تحریر ماہنامہ 'الخیر' ملتان میں بھی شائع ہو گئی۔

جس کے نتیجے میں، مجبوراً راقم کو بھی وضاحتی جواب "میثاق" میں شائع کرنا پڑا۔

.... (اس ضمن میں راقم نے خود بھی "میثاق" میں مولانا ملکانوی کے دونوں خطوط اور "الخیر" میں شائع شدہ تحریر شائع کر کے جوابی گذارشات پیش کی تھیں......

اور علماء کرام سے متوقع اخلاقِ عالیہ اور صحافتی و تصنیفی روایات کے پیشِ نظر معاصر 'الخیر' سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ بھی میری وضاحتی گذارشات کو اپنے موقر مجلّے

میں شائع فرمادیں...... یاکم از کم ہمیں اپنے قارئین کے پتے فراہم کر دیں تاکہ ہم ان کی خدمت میں 'میثاق' کا وہ شمارہ ارسال کر سکیں...... لیکن ع "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!")

............○............

○ دوسرے یہ کہ ان ہی دنوں لاہور میں ایک ایسی نوجوان شخصیت ابھر کر سامنے آئی جس نے مولانا امین احسن اصلاحی کو اپنا 'استاذ' قرار دے کر 'حدرجم' کے ضمن میں جہاں مولانا اصلاحی کی رائے کی انتہا ہوئی تھی وہاں سے آغاز فرماتے ہوئے شریعت اسلامی کے پورے ڈھانچے کو درہم برہم اور تہہ وبالا کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔

○ اور چونکہ یہ نوجوان زبان و قلم کی استعدادات سے بخوبی مسلّح تھا' لہٰذا دیکھتے ہی دیکھتے لاہور کے دین پسند نوجوانوں میں اس کا ایک حلقۂ اثر پیدا ہو گیا۔

جہاں تک مولانا اصلاحی کا تعلق ہے' رجم کے ضمن میں ان کی عظیم غلطی اور بعض دوسرے معاملات میں ان کے شذوذ کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و علمی خدمات بھی نہایت شاندار ہیں جن کا انکار ممکن نہیں'

جن میں سرفہرست تو بلاشبہ خدمتِ قرآن کے ضمن میں ان کی عمر بھر کی مساعی ہیں جن کے ذریعے انہوں نے نظمِ قرآن' اسالیبِ قرآن' اور تفسیر القرآن بالقرآن کے ضمن میں اپنے استاذ و امام مولانا حمید الدین فراہیؒ کے کام کو آگے بڑھایا'

پھر اسی پر بس نہیں'

○ انہوں نے شریعتِ اسلامی کے بعض اہم مسائل' بالخصوص عائلی قوانین کے ضمن میں مغربی رجحانات کی مذمت و مخالفت اور احکامِ شرعی کی حفاظت و مدافعت کے سلسلے میں جو مؤثر خدمات سرانجام دیں ان کا لوہا ہر شخص مانتا ہے۔

چنانچہ' اس کے باوجود کہ بعض دوسرے حوادث و واقعات کی بنا پر مولانا سے راقم الحروف کا ملنا جلنا ۱۹۶۷ء سے بند تھا'

اور 'حدّرجم' کے بارے میں ان کی رائے کی بنا پر تو راقم نے ۱۹۸۲ء میں ان کی جملہ تصانیف کا حقِ اشاعت بھی انہیں واپس کر دیا تھا اور ان سے اپنے تعلق کے کامل انقطاع کا اعلان عام بھی کر دیا تھا' (شائع شدہ 'حکمت قرآن' بابت جولائی و اگست ۸۲ء)

○ تاہم......... راقم کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ مولانا کی اس غلطی کی بنیاد پر کوئی فتنہ کھڑا ہو سکتا ہے۔

○ لیکن ...... متذکرہ بالا نوجوان کے طرزِ عمل سے راقم کو یہ تنبہ ہوا کہ ایک عظیم فتنہ شروع ہوا چاہتا ہے جس کی سرکوبی "گربہ کشتن روزِ اول" کے مصداق ابتداء ہی میں لازمی ہے۔

○ چنانچہ راقم نے اپنی بساط کی حد تک اس کی کوشش کی۔

○ اور الحمد للہ کہ اس کے خاطر خواہ نتائج بھی بر آمد ہوئے۔

(اس معاملے میں راقم کے احساسات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس نوجوان کے ساتھ ربط ضبط بڑھ جانے اور اس کے ساتھ ایک تعلیمی سلسلے میں منسلک ہو جانے کی بنا پر راقم نے اپنے ایک دیرینہ سرپرست اور تنظیم اسلامی کے حلقۂ مستشارین میں شامل شخصیت مولانا سید وصی مظہر ندوی سے بھی قطع تعلق کر لیا۔)

○ اس کے ساتھ ہی راقم کو یہ احساس بھی ہوا کہ ماضی قریب میں قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں سے اسی طرح فتنے جنم لیتے رہے ہیں۔

اور غالباً یہی سبب ہے کہ ع "سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا!" ...... کے مصداق علماءِ کرام خدمتِ دین کی نئی تحریکوں اور بالخصوص قرآن کے نام پر اٹھنے والی دعوتوں کے بارے میں "اندیشہ ہائے دور و دراز" میں مبتلا ہو جاتے ہیں!

○ اس ضمن میں یہ عملی مسئلہ بھی راقم کے سامنے آن کھڑا ہوا کہ اس صورتِ حال کا سدباب کیسے کیا جاسکتا ہے .... اور

خود راقم الحروف اور اس کی دعوت و تحریک کو اس انجامِ بد سے بچنے کے لئے کیا اقدامات کرنے چاہئیں اور کونسی احتیاطیں ملحوظ رکھنی چاہئیں؟

○ چنانچہ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ کے جمعۃ الوداع میں راقم نے اس موضوع پر ایک مفصل تقریر کی جو 'میثاق' بابت ستمبر ۸۴ء میں شائع ہوئی۔

○ اس پر جہاں بعض اکابر کا بحیثیت مجموعی موافق و تائیدی ردِ عمل سامنے آیا، جیسے:

○ .... مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم و مغفور، سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، و سابق صدر "شیخ الہند" اکیڈمی، دیوبند،

○ .... مولانا اخلاق حسین قاسمی مدظلہ، مہتمم و شیخ التفسیر، جامعہ رحیمیہ، دہلی ..... اور

○ .... مولانا سید حامد میاں مدظلہ، مہتمم و شیخ الحدیث، جامعہ مدنیہ، لاہور۔

○ وہاں معاصر 'الخیر' ملتان اور 'بینات' کراچی نے مخالفانہ مہم بھی شروع کر دی۔

جس پر ردّوقدح اور قال واقول کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

○ جوان حضرات کی جانب سے تو تا حال جاری ہے' البتہ راقم نے ۸۵۔ ۸۴ء میں ضروری وضاحتوں کے بعد اپنی جانب سے بحث منقطع کر دی تھی۔

تاہم .... اب لگ بھگ دو سال بعد اس 'مقدمہ' کا پورا ریکارڈ علماء کرام' بالخصوص منتسبین حضرت شیخ الہند ؒ کی خدمت میں فوری حوالے کے لئے یکجا صورت میں حاضر ہے۔

تاکہ ....وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ علیٰ وجہ البصیرت ادا فرما سکیں......

اور

○ اگرچہ ہمیں شدّت کے ساتھ احساس ہے کہ علماءِ حق اس کے محتاج نہیں'

○ تاہم " کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ " کے مصداق اس گذارش میں مضائقہ بھی نہیں' کہ وہ...... تنظیم اسلامی ...... اور اس کے داعی و مؤسّس کے بارے میں رائے قائم فرماتے ہوئے حسبِ ذیل قرآنی ہدایات کو ملحوظِ خاطر رکھیں

○ " وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا "

○ " كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ "

" كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى "

(۲)

○ 'تنظیم اسلامی' کی تأسیس بالفعل تو مارچ ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی۔

○ لیکن اس کے قیام کے فیصلے کا اعلان راقم الحروف نے جولائی ۱۹۷۴ء میں مسلم ہائی اسکول لاہور میں منعقدہ اکیس روزہ قرآنی تربیت گاہ کے آخری دن اپنی اختتامی تقریر میں کیا تھا۔ (یہ تقریر فی الوقت تو 'سرافگندیم' کے نام سے کتابی صورت میں موجود ہے البتہ آئندہ اس کا عنوان 'عزم تنظیم' ہو گا۔)

○ یادش بخیر' اس تربیت گاہ کی افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری ؒ کے فرزند ارجمند و خلف الرشید مولانا عبید اللہ انور ؒ تھے۔

.... (اس تقریب کا یہ واقعہ بھی ریکارڈ پر آ جائے تو اچھا ہے کہ جب راقم نے اپنے استقبالی سپاسنامے میں مولانا موصوف ؒ سے بصد ادب و احترام یہ شکوہ کیا کہ آپکے

برادرِ بزرگ مولانا حبیب اللہ ؒ کے حجاز ہجرت کر جانے اور برادر خورد مولانا حمید اللہ ؒ کے انتقال فرما جانے کے بعد سے جامع مسجد شیرانوالہ میں درس قرآن کا سلسلہ بند ہے تو انہوں نے پورے کھلے دل کے ساتھ اور نہایت برملا الفاظ میں اعترافِ تقصیر فرمایا اور خود راقم الحروف کے بارے میں اقبال کا یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے کہ ع "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" اس اطمینان کا اظہار فرمایا کہ بحمد اللہ خدمتِ قرآن کا یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔)

○ باز آمدم بر سر مطلب .... اس کے بعد 'میثاق' کی اکتوبر، نومبر ۷۵ء کی مشترک اشاعت میں راقم کی ایک طویل تحریر شائع ہوئی جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ 'تنظیم اسلامی' کے عنوان سے دین کی جس خدمت کا بیڑا اٹھانا مقصود ہے امتِ مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کے پس منظر اور معاصر دینی تحریکوں اور تنظیموں کے تناظر میں اس کا موقف و مقام کیا ہے۔ (یہ تحریر بھی متذکرہ بالا کتاب میں بطور مقدمہ شامل ہے!)

○ چنانچہ اپنی اس تحریر میں راقم نے امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کے دوران عروج اور زوال کے مختلف ادوار کا مختصر جائزہ بھی پیش کیا......

اور "موجودہ ہمہ جہتی احیائی عمل" اور اس میں شامل تحریکوں اور تنظیموں کے بارے میں اپنی رائے بھی پیش کی۔

○ راقم کے نزدیک اس "ہمہ جہتی احیائی عمل" کے تین نمایاں منفرد اور ممتاز گوشے ہیں:

○ .... ایکؔ: خالص قومی و ملی تحریکیں جن کا اصل موضوع ہے جہاد حریّت و استخلاص دیار مسلمین، یعنی مسلم ممالک کی سیاسی غلامی کا خاتمہ اور آزادی کا حصول۔

○ .... دوسرؔے: علماءِ کرام کی مساعی جن کا اصل ہدف ہے تصحیح عقائد و اعمال، تعلیمِ کتاب و سنّت، حفاظتِ دین و شریعت ...... اور باطل فرقوں کا ابطال اور جدید فتنوں کا استیصال۔

○ .... تیسرؔے: مثبت احیائی و تجدیدی مساعی جن کا معیّن مقصود ہے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق، بالفاظ دیگر اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت کا قیام!

○ اور یہ تینوں گوشے مل جُل کر، اور یہ جُملہ مساعی بحیثیتِ مجموعی تسلسل ہیں اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کے 'الفِ ثانی'، یعنی دوسرے ہزار

سال)، کی تجدیدی مساعی کے سنہری سلسلے کا!

○ راقم کے نزدیک 'برِ عظیم پاک و ہند کی بیسویں صدی عیسوی کی مسلمان تحریکوں میں سے 'تحریکِ پاکستان' گوشۂ اوّل سے تعلق رکھتی ہے' جبکہ علماءِ کرام کی جملہ جمعیتیں 'اور ادارے اور بالخصوص تبلیغی جماعت کا تعلق دوسرے گوشے سے ہے' جبکہ تیسرے سلسلے کے داعیٔ اوّل کی حیثیت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور کو حاصل ہے!

..........○..........

○ 'الف ثانی' کے تجدیدی کارنامے کا نقطۂ آغاز اور گیارہویں صدی ہجری کے مجدّدِ اعظم تو بلاشک و شبہ شیخ احمد سرہندیؒ ہیں..... لیکن ان کے ہم عصر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی علمی خدمات بھی یقیناً قابلِ تحسین ہیں۔

○ اسی طرح بارہویں صدی ہجری کے مجدّدِ اعظم تو بلاشائبہ ریب و شک امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہیں لیکن شیخ نجد محمد ابن عبدالوہابؒ کی اصلاحی کوششیں بھی یقیناً قابلِ تعریف ہیں۔

○ اسی طرح تیرہویں صدی ہجری کے اصل مجدّد تو مجاہد کبیر سید احمد بریلویؒ ہیں 'تاہم ان کے نائب و معاون شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی ان کے ساتھ برابر کے شریک اور سہیم ہیں!

○ چودھویں صدی ہجری کے بارے میں راقم کا یہ گمان رفتہ رفتہ یقین کے درجے تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے مجدّدِ وحید حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہیں..... (اگرچہ بعض دوسرے اصحاب دعوت و عزیمت کے علاوہ ایک ع "برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است" کی سچی تصویر اور ع "اگرچہ سر نہ تراشد قلندری داند" کا مصداقِ اتم اور ڈاڑھی منڈا عاشق احمد مرسلؐ و پروانۂ احمد سرہندیؒ یعنی علامہ اقبال مرحوم و مغفور کی مساعی بھی حددرجہ دُور رس اور از بس نتیجہ خیز ہیں!)

..........○..........

○ عجیب بات ہے کہ اپنے انتقال کے قریب حضرت شیخ الہندؒ نے 'خرقۂ خلافت' عطا فرما دیا ایک ایسے شخص کو جو نہ صرف یہ کہ نہ ان کے تلامذہ میں سے تھا' نہ حلقہ دیوبند سے تعلق رکھتا تھا' بلکہ علماء کے دیگر معروف حلقوں اور سلسلوں میں سے بھی کسی سے منسلک نہ تھا۔

○ حتیٰ کہ علماء کی سی وضع قطع بھی نہ رکھتا تھا بلکہ بقول خود "گلیم زہد اور ردائے رندی" دونوں کو بیک وقت زیب تن کرنے کے "جرم" کا مرتکب تھا......
اور عجیب اتفاق ہے کہ اس کا نام بھی احمد ہی تھا، اگرچہ وہ مشہور یا اپنی کنیت سے ہوا یا تخلص سے یعنی "ابوالکلام آزاد"

○ **یہ ہمارے ماضیٔ قریب کی تاریخ کا نہایت اہم واقعہ ہے جس پر معاصرانہ چشمک نے انتہائی دبیز پردہ ڈال دیا ہے!**

○ لیکن ۔ "بہر خدا کہ عارف و سالک بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید!"
کے مصداق اس 'راز' کی بھنک پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم و مغفور کی زبانی راقم الحروف کے کان میں پڑ گئی۔

○ اگرچہ ان کی بیان کردہ روایت میں زمانی و مکانی ہر نوع کے سقم تھے۔
تاہم یہی سقم تحقیق و تفتیش کا سبب بن گئے۔

○ اور اس طرح مسلم انڈیا کی ماضیٔ قریب کی تاریخ کا ایک اہم لیکن گم شدہ باب روشنی میں آ گیا۔

○ اور اس تحقیق و تفتیش کے اضافی ثمرے کے طور پر، راقم الحروف پر حضرت شیخ الہند ؒ کی عظمت بہ تمام و کمال منکشف ہو گئی۔

○ فَلِلّٰہِ الحمد !

○ بہر حال اب اس بات کے سامنے آ جانے کے بعد ہر اس شخص پر جو حضرت شیخ الہند ؒ سے کسی بھی درجہ میں قلبی تعلق یا نسبتِ عقیدت رکھتا ہو لازم ہے کہ وہ:
.... اولاً اس واقعہ کی اپنے طور پر مزید تحقیق کرے اور اگر اسے درست پائے تو

○ .... پھر: غور کرے کہ اس کے کیا نتائج بر آمد ہوتے ہیں؟ انشاء اللہ العزیز، اس سے اس کے فکر و نظر کو جلا اور قلب و ذہن کو وسعت حاصل ہو گی اور اُمتِ مسلمہ بالخصوص مسلمانانِ برِّ عظیم پاک و ہند کے موجودہ ظروف و احوال اور ان کے تاریخی پس منظر کے بارے میں گہری بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

........○........

○ مولانا ابوالکلام آزاد کا سن پیدائش ۱۸۸۸ء ہے۔
○ ۱۹۱۲ء میں چوبیس برس کی عمر میں انہوں نے 'الہلال' جاری کیا۔
○ 'الہلال' کے مضامین کا نقطہ ماسکہ' جسے اس کی علامت و عنوان قرار دیا جا سکتا ہے
○ 'دعوت رجوع الی القرآن' تھا!
○ اس کی دعوت کا دوسرا اہم نکتہ تھا جہاد و قتال فی سبیل اللہ...... اور اس کی تمہید کے طور پر 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر'!
○ ابوالکلام کی اس دعوت کی توثیق و تصویب اور تعریف و تحسین حضرت شیخ الہندؒ نے ان الفاظ کے ذریعے فرمائی کہ "اس نوجوان نے ہمیں ہمارا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا ہے!" (راقم الحروف کو حضرت شیخ الہندؒ کے اس مشہور قول کی سند مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے بالمشافہ حاصل ہو گئی تھی!)
○ ۱۹۱۳ء میں مولانا آزاد نے ایک جانب قرآن کے مبلّغ و معلّم تیار کرنے کے لئے کلکتہ میں 'دارالارشاد' قائم کیا' اور دوسری جانب اقامتِ دین اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے 'حزب اللہ' قائم کی جس کی اساس 'بیعت' پر استوار کی!
○ ۱۹۱۵ء میں انہوں نے خود (گویا اپنے جملہ مبایعین سمیت) حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت کر لی!
○ اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم کے قول کے مطابق اسی سال حضرت شیخ الہندؒ نے ان کے بارے میں اپنے جذبات اس شعر کے ذریعے ظاہر فرمائے کہ ؎

کامل اس طبقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے!

○ مولانا موصوف پیدائشی طور پر حد درجہ ذہین و فطین بلکہ نابغۂ عصر تو تھے ہی۔
○ اس پر مستزاد' انہیں متعدد مسلمان ممالک کے حالات کا بچشم سر مشاہدہ کرنے کا موقع ملا تھا۔
○ مزید برآں' انہوں نے مغربی فکر و فلسفہ...... اور خاص طور پر سیاسیات و عمرانیات جدیدہ کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا۔
○ چنانچہ انہیں خوب معلوم تھا کہ:
○ .... فی الوقت برِعظیم پاک و ہند میں کسی عسکری تحریک کا کوئی امکان نہیں!
○ .... کسی دوسرے مسلمان ملک سے مدد کا بھی کوئی سوال نہیں' گویا اب کوئی احمد شاہ ابدالی مسلمانانِ ہند کی مدد کے لئے نہیں آ سکتا!

- ....بلکہ اب 'استخلاصِ وطن' کی جدوجہد ہو یا غلبۂ اسلام اور اقامتِ دین کی سعی' تمام کام خالص مقامی لیکن عوامی تحریکوں کے ذریعے ہی ہو سکیں گے!
- لہٰذا' ان کا مشورہ یہ تھا کہ حضرت شیخ الہند'' ہندوستان ہی میں رہ کر عوامی تحریک برپا کریں۔
- لیکن افسوس کہ اس وقت حضرت شیخ الہند'' نے اپنے ان مشیروں کی رائے پر عمل کیا جو دینی علم میں تو بہت دسترس رکھتے تھے لیکن ان کا ہاتھ حالاتِ جدیدہ کی نبض پر نہ تھا!
- اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ:
- اُدھر بیرونِ ہند نام نہاد مسلمان امراء و سلاطین نے غدّاری کی اور ایک طرف شریف حسین والیٔ مکّہ نے حضرت شیخ الہند'' کو گرفتار کر کے گویا چاندی کی طشتری میں سجا کر انگریزوں کے سامنے پیش کر دیا جنہوں نے انہیں ہندوستان کی کسی جیل میں نہیں بلکہ مالٹا میں نظر بند کیا!

..............(راقم کے نزدیک علامہ اقبال مرحوم کا یہ شعر بہ تمام و کمال صادق آتا ہے حضرت شیخ الہند'' کی مالٹا کی اسیری پر کہ

؎ ''اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو!'')

- یہی سلوک افغانستان میں امیر کابل کے ہاتھوں حضرت شیخ الہند'' کے سفیر اور معتمد خصوصی مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے ساتھ ہونے والا تھا کہ انہیں بروقت اطلاع مل گئی اور وہ روس کی جانب فرار ہو گئے!
- ادھر اندرونِ ملک ریشمی رومالوں کے راز کے افشاء پر علماءِ کرام اور خادمانِ دینِ متین نے تو ع ''من از سرِ تو جلوہ دھم دار و رسن را!'' کے مصداق پکڑ دھکڑ' قید و بند اور تعذیب و ابتلا کے نئے باب رقم کئے لیکن چونکہ ملک میں کوئی عوامی تحریک موجود نہ تھی لہٰذا نہ زمین پر کوئی ہل چل برپا ہوئی نہ فضاء میں کوئی ارتعاش پیدا ہوا!
- ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ اسیری سے رہائی پا کر وارد ہند ہوئے تو انہوں نے کمالِ ضعف و نقاہت اور شدّتِ مرض و علالت کے باوجود چھ ماہ کے مختصر سے عرصے میں تین اہم کام سرانجام دیئے:
- ....ایک: اپنے تلامذہ اور مسترشدین کو ہدایت کہ اپنی تمام تر توجہات کو خدمتِ قرآن پر مرکوز کر دیں۔ جس کا مظہر اتم آپ'' کا خطبۂ دیوبند ہے! (بروایت حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

○ دوسرے، قدیم اور جدید تعلیم...... اور قومی وملّی اور دینی ومذہبی تحریکوں کے مابین فصل وبعد کو کم کرنے کی کوشش...... جس کا سب سے بڑا مظہر آپ" کا سفر علی گڑھ اور تأسیس جامعہ ملّیہ ہے!

○ تیسرے، علمِ جہاد بلند کرنے کے لئے ایک عوامی تحریک کے آغاز کے لئے کسی صاحبِ دعوت وعزیمت اور حامل فہم وبصیرت بالخصوص موجودہ زمانے کے سیاسی و عمرانی ظروف واحوال سے کماحقہٗ واقف شخص کے ہاتھ پر بیعت کی تجویز اور اس کے لئے مولانا ابو الکلام آزاد کی تعیین!...... جس کے ضمن میں حضرت شیخ الہند" کے اضطرار واصرار کا مظہر ان کا یہ قول ہے کہ "میری چارپائی سٹیج پر لے جائی جائے تاکہ میں خود بیعت کر لوں' اس لئے کہ میں دنیا سے بغیر بیعت کیئے رخصت ہونا نہیں چاہتا" (روایت بالمعنیٰ)

○ تو...... اگرچہ اصلاً مشیت خداوندی اور ظاہراً بعض علماء کی جانب سے فوری طور پر اختلاف اور بعد ازاں باقاعدہ مخالفت کی بناء پر شیخ الہند" کی یہ تجویز ناکام ہو گئی۔

○ تاہم...... یہ ثابت ہو گیا کہ جہاں علم وفضل اور تقویٰ وتدیّن کے میدان میں حضرت شیخ الہند کی جانشینی کا شرف حاصل ہے مولانا حسین احمد مدنی"، مولانا انور شاہ کاشمیری" اور مولانا شبیر احمد عثمانی" وغیرہم کو...... وہاں دعوت وتحریک کے میدان میں حضرت شیخ الہند" کے اصل خلیفۂ مجاز تھے مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم و مغفور!

...........○...........

○ جہاں تک مولانا آزاد کی ۲۱۔۱۹۲۰ء کے بعد کی زندگی کا تعلق ہے تو اگرچہ وہ اصلاً راقم کا موضوع نہیں ہے۔

○ تاہم دلائل وشواہد سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ:

○ علماءِ کرام کی عمومی مخالفت...... جس کا آغاز تو بعض غیر دیوبندی علماء کی جانب سے ہوا تھا لیکن بعد ازاں اس میں بہت سے دیوبندی علماء حتیٰ کہ حضرت شیخ الہند" کے بعض تلامذہ بھی شامل ہو گئے تھے۔ ...... سے بددل ہو کر انہوں نے 'بیعت' کی ٹھیٹھ شرعی اساس پر ایک خالص دینی تحریک کا خیال دل سے نکال دیا۔

○ اور اگرچہ اپنی روایتی وضعداری کے تحت انہوں نے جمعیت علماء کے جلسوں میں اکثر وبیشتر خاموش سامع وناظر کی حیثیت سے شرکت جاری رکھی تاہم اپنے اصل میدان عمل کے اعتبار سے انہوں نے:

○ اولاً .... تحریکِ خلافت کے ذریعے ایک ملّی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔
اور اس کے بعد مستقل طور پر جہادِ حریّت واستخلاص وطن کو اپنا اصل موضوع بنا کر انڈین نیشنل کانگرس کے پلیٹ فارم کو اختیار کر لیا۔

○ جس پر وہ ع "وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے!" کی سی شان کے ساتھ آخر دم تک قائم رہے!

.... (اس ضمن میں بطور تحدیث نعمت ایک واقعہ کا ذکر مناسب ہے۔ آج سے لگ بھگ چار سال قبل زندگی میں پہلی بار حیدر آباد دکن جانا ہوا تو وہاں درس قرآن اور خطابات عام کی بیسیوں مجالس کے علاوہ ایک خطاب 'مولانا ابوالکلام آزاد انسٹی ٹیوٹ' میں منعقدہ جلسے میں بھی ہوا جس میں وہاں کے احباب کے بقول حیدر آباد کے تمام مسلمان اربابِ فکر و نظر اور اصحابِ علم و دانش جمع تھے۔ اس موقع پر جب راقم نے یہ نکتہ بیان کیا کہ "مولانا آزاد مرحوم کی زندگی کے دو دور بالکل مختلف اور متمائز تھے ایک ۱۹۱۲ء تا ۲۱ء - ۱۹۲۰ء تک کا دور جو اصلاً تسلسل تھا تحریک شہیدین" کا ......اور دوسرا ۱۹۲۱ء کے بعد کا دور جو حقیقتاً تعلق رکھتا تھا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے!" تو ایک جانب تو صدر جلسہ نے جو پرانے کانگرسی رہنما اور تحریک آزادی کے صفِ اوّل کے کارکنوں میں سے تھے۔ اور آزادی کے بعد بھارت کے متعدد صوبوں کے گورنر رہ چکے تھے اور اب ضعیف و نحیف ہی نہیں علیل و صاحبِ فراش بھی ہیں' بڑے رقت آمیز انداز اور بھرّائی ہوئی آواز میں فرمایا۔ "مولانا! آپ نے تو بہت سی پرانی یادیں تازہ کر دیں اور پرانے زخموں کو ہرا کر دیا!" ......اور دوسری جانب ایک صاحب نے جو عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات کی صدارت سے ریٹائر ہوئے تھے' فرمایا کہ "میں نے درجنوں طلبہ کو تحریک آزادی ہند کے مختلف گوشوں اور بالخصوص مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت و سیاست کے موضوع پر پی ایچ ڈی کرا دی لیکن واقعہ یہ ہے کہ خود مجھے مولانا مرحوم کی سیرت و شخصیت کا جو فہم آج حاصل ہوا ہے' وہ اس سے قبل نہ تھا!")

.... ○ ....

○ جس طرح بارہویں صدی ہجری کے مجدّدِ اعظم شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی عظمت و جلالت اور خصوصاً جامعیتِ کبریٰ کا مظہر ان کی تصانیف ہیں۔
○ اس طرح چودھویں صدی کے مجدّد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی عظمت و جامعیت کے مظہر کامل ان کے عظیم تلامذہ ہیں۔
○ اگر شیخ الہندؒ کی تجویز کامیاب ہو جاتی تو کم از کم اس "جماعت شیخ الہندؒ" کا شیرازہ قائم رہتا اور اب اس کا اندازہ بصد حسرت و یاس ہی کیا جا سکتا ہے کہ اس

صورت میں اس جماعت کی قوت و شوکت کس قدر ہوتی!

- لیکن افسوس کہ حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز کی ناکامی کے باعث ان کے انتقال کے بعد رفتہ رفتہ یہ شیرازہ بکھرتا چلا گیا۔
- تاہم......... جس طرح امام الہندؒ کو یہ کشف ہوا تھا کہ "میں قائم بالزماں ہوں اور اللہ تعالیٰ جس خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لئے مجھے بطور آلہ استعمال فرماتا ہے"
- بالکل اسی طرح......... واقعہ یہ ہے کہ شیخ الہندؒ کے بعد کم از کم برِعظیم پاک و ہند کی حد تک جو خیر بھی ظاہر ہوا اس میں ان کے تلامذہ کا حصہ نمایاں نظر آتا ہے۔
- چنانچہ:
- .... خالص جہادِ حریت و استخلاصِ وطن کے میدان میں انڈین نیشنل کانگرس کے پلیٹ فارم سے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور جمعیت علماءِ ہند کے پلیٹ فارم سے مولانا حسین احمد مدنیؒ اور بے شمار علماءِ کرام نے جو کردار ادا کیا وہ نہایت تابناک ہے۔

(اگرچہ بعد میں کانگرس اور مسلم لیگ کے سیاسی تصادم اور مسلم انڈیا کے مستقبل کے بارے میں اختلاف رائے اور اس کے ضمن میں پیدا ہونے والی تلخی نے ان حضرات کے کردار کی عظمت کو مسلمانانِ ہند کی عظیم اکثریت کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا اور وہ متنازعہ شخصیتوں کی حیثیت اختیار کرتے چلے گئے)

- اسی طرح مسلمانانِ ہند کی قومی تحریک اور اس کے نتیجے میں پاکستان کے قیام کے ضمن میں نہایت عظیم اور فیصلہ کن خدمات سرانجام دیں حضرت شیخ الہندؒ کے دوسرے معتمد علیہ رفیق اور شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے، جن کے ذریعے جماعت شیخ الہندؒ کا پیوند تحریک پاکستان میں لگ گیا۔

.... (اس ضمن میں اس حقیقتِ واقعی کا استحضار بہت اہم ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی ملی مساعی کے سلسلے میں اپنا دستِ راست مولانا عثمانیؒ کو بنا دیا تھا۔ چنانچہ شیخ الہندؒ کا خطبہ علی گڑھ بھی ان کے حسب منشا مولانا عثمانیؒ ہی نے تحریر کیا تھا، اور جمعیت علماءِ ہند کے اجلاس دہلی، منعقدہ نومبر ۱۹۲۰ء کا خطبۂ صدارت بھی ان کے زیرِ ہدایت انہی نے لکھا بھی تھا اور ان کے نمائندے کی حیثیت سے پڑھ کر سنایا بھی تھا!)

.... اسی طرح خالص علمی خدمات کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے بیہقیٔ وقت مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ اور ان کے تلامذہ نے جن کی ایک

تابناک مثال مولانا سیّد محمد یوسف بنوری ؒ تھے!

○ .... رہے مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم تو وہ خود توریشمی رومالوں کی تحریک کی ناکامی کے بعد طویل عرصے تک جلاوطن رہے' تاہم ان کے دو شاگردوں یعنی مولانا عبدالحئیٔ فاروقیؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ارضِ لاہور میں قرآن کی انقلابی دعوت' کے شجرۂ طیبہ کی تخم ریزی اور آبیاری کے ضمن میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(چنانچہ لاہور میں راقم کی دعوت قرآنی کو جو پذیرائی حاصل ہوئی اس کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ یہاں کی فضا میں خواجہ عبدالحئیٔ فاروقیؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دروس قرآن کے اثرات موجود تھے...... اور اگرچہ راقم نے خواجہ صاحبؒ کو تو دیکھا تک نہیں' حضرت لاہوریؒ کی زیارت بھی صرف ایک بار ہوئی اور کسی قریبی رابطے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی' تاہم راقم کا گمان غالب ہے کہ اگر اسے نہیں تو اس کی قرآنی تحریک کو بلا شائبہ ریب و شک ان دونوں بزرگوں سے نسبت اویسیؒ حاصل ہے...... اس کے دو مظاہر بھی قابل ذکر ہیں۔

ایک یہ کہ جامع مسجد خضراء سمن آباد' جس میں راقم کی دعوتِ قرآنی کا پودا ابتداءً پروان چڑھا اور جہاں لگ بھگ دس سال تک اس دعوت کا غلغلہ پوری شدت کے ساتھ بلند ہوتا رہا اور ذرائع آمدورفت کی شدید دشواریوں کے باوجود لاہور کے کونے کونے سے لوگ وہاں پہنچتے رہے...... اس کے بارے میں ایک عرصے کے بعد راقم کو معلوم ہوا کہ اس کا سنگ بنیاد مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دستِ مبارک کا رکھا ہوا تھا! دوسرے یہ کہ جب لگ بھگ ستر برس کی عمر کے ایک بزرگ نے میرے تین چار دروس ہی میں شرکت کے بعد ایک روز اچانک میرا ہاتھ کھینچ کر اور اس پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ "میں اقامتِ دین اور اعلاءِ کلمتہ اللہ کی جدوجہد کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں!" تو فوری طور پر تو میں حیران و ششدر رہ گیا' اس لئے کہ اس وقت تک میں نے تنظیم اسلامی کے قیام کا فیصلہ بھی نہیں کیا تھا' کجا یہ کہ بیعت کا خیال دل میں آتا...... لیکن بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی نوجوانی میں خواجہ عبدالحئیٔ فاروقیؒ کے دروس سنے تھے' بعد ازاں حضرت لاہوریؒ سے نہ صرف دورۂ تفسیر قرآن بلکہ سلوک کی بھی تکمیل کی تھی' تو حیرت ختم ہو گئی اور یہ احساس ہوا کہ ع "پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا!" ...... حاجی صاحبؒ کے انتقال پر جو نوٹ "میثاق" میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔)

............○............

○ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی مثبت دعوت...... اور دینِ حق کے غلبہ و اقامت کی راست تحریک کے میدان میں جو خلا مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کی بددلی اور پسپائی کے باعث

پیدا ہوا تھا اسے قدرت نے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور کے ذریعے پر کرایا۔

- جنہوں نے مولانا آزاد مرحوم کے انتقالِ موقف کے لگ بھگ نو دس سال بعد ہی اپنی دعوت و تحریک کے لئے ابتدائی اور تمہیدی کام شروع کر دیا۔ اور "حزب اللہ" کے خاتمے کے تقریباً بیس سال بعد 'جماعت اسلامی' کے نام سے ایک نیا قافلہ تشکیل دیا!
- وہ اگرچہ............ نہ براہ راست حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ یا مسترشد تھے' نہ باضابطہ طور پر کبھی مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم سے منسلک رہے تھے۔
- تاہم حقیقت وہی ہے جو مولانا اخلاق حسین قاسمی مدظلہ نے بیان فرمائی کہ وہ تھے علماءِ دیوبند ہی کے تربیت یافتہ اس لئے ان کی صحافتی زندگی کی ابتداء اور تصنیف و تالیف کے شغل کا آغاز جمعیت علماءِ ہند کے آرگن روزنامہ 'الجمعیۃ' ہی کی ادارت سے وابستگی کی صورت میں ہوا تھا۔
- اس کے ساتھ ساتھ وہ "الہلال" اور "البلاغ" والے ابو الکلام کی دعوت سے بے حد متاثر تھے' اور انہوں نے ان کے قرآنی فکر اور جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق نظریات سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔

............(اس سلسلے میں اگرچہ یہ بات تو نہایت افسوس ناک ہے کہ خود انہوں نے کبھی اس حقیقت کا برملا اعتراف نہیں کیا..... تاہم دو مواقع پر غالباً کسی کیف کے عالم میں جو الفاظ ان کے قلم سے ٹپک گئے ان سے یہ حقیقت پوری طرح آشکار ہو جاتی ہے یعنی، ایک............ وہ الفاظ جن کے ذریعے انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ اس دور میں جس شخص سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی سب سے زیادہ امیدیں وابستہ تھیں وہ مولانا آزاد تھے'

اور

دوسرے............ اس سے کہ انہوں نے مولانا آزاد کو ان کی زندگی ہی میں 'مرحوم' قرار دیا جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولانا آزاد کی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء تک کی دعوت اور تحریک کے ساتھ ان کی فکری اور جذباتی وابستگی کس درجہ کی تھی اور اس سے ان کی پسپائی کا انہیں کس قدر صدمہ ہوا تھا!)

راقم کے نزدیک مولانا مودودی مرحوم کی سب سے بڑی کمزوری ان کی 'انتہاپسندی' تھی۔ جس نے ایک مختصر سے دور کے سوا' ان کی پوری زندگی کو 'تضادات' کا مرقع اور رجعتوں کی داستان بنا کر رکھ دیا..... اور بالآخر یہی انتہاپسندی ان کی ناکامی کا اصل سبب بنی!

○ اگرچہ فوری نتائج کے اعتبار سے یہی ان کی سب سے بڑی 'خوبی' اور ابتدائی کامیابیوں کا 'راز' بن گئی..... اس لئے کہ جو کوئی ایک بار ان کا گرویدہ ہوا وہ قطعی اور مستقل طور پر بقیہ تمام اکابر امّت سے ذہناً و قلباً منقطع اور دوسری تمام دینی تحریکوں اور تنظیموں سے کُلیتہً بیزار ہو کر رہ گیا......

○ اور اس طرح 'جماعت بندی' کا کٹھن مرحلہ آسان ہو گیا!

○ ان کی اس 'انتہاپسندی' کا اوّلین مظہر یہ تھا کہ انہوں نے 'متحدہ قومیت' کو نہایت شدّومد کے ساتھ 'کفر' قرار دیا..... اور کانگرسی مسلمانوں اور جمعیت علماء ہند اور اس کی قیادت پر نہایت جارحانہ ہی نہیں حد درجہ دل آزار تنقیدیں کیں۔

○ اس سے یہ تو ضرور ہوا کہ..... ایکؔ جانب' مسلمانان ہند کی قومی تحریک کو تقویت حاصل ہوئی اور..... دوسؔری جانب' خود انہیں نہایت وسیع حلقے میں پذیرائی نصیب ہوئی۔

○ لیکن جمعیت علماء ہند سے وابستہ علماء کرام اور خاص طور پر مولانا حسین احمد مدنیؒ کے

○ عقیدت مندوں کا اکثر و بیشتر حلقہ ان سے شدید بیزار ہو گیا۔

اور دوررس نتائج اور دیرپا عواقب کے اعتبار سے یہی چیز ان کے قدموں کی زنجیر اور ان کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب بن گئی!

○ اس کے کچھ ہی عرصے بعد..... انہوں نے 'مسلم قومیت' کو بھی 'کفر بواح' کا ہم پلّہ قرار دے دیا اور اس کے ساتھ کسی مفاہمت یا تعاون کو 'گناہ کبیرہ' قرار دیتے ہوئے' مسلمانان ہند کی قومی تحریک کی منجدھار سے کٹ کر 'جماعت اسلامی' کے نام سے اپنا ایک علیحدہ قافلہ تشکیل دے لیا' اور ایک **خالص اصولی 'اسلامی انقلابی دعوت و تحریک کی بنیاد رکھ دی۔** اور ان سطور کا عاجز و ناچیز راقم مولانا مرحوم کی......... ذاتی و شخصی کوتاہیوں' .... علمی و فکری لغزشوں' اور پالیسی اور طریق کار کے ضمن میں متعدد فاش غلطیوں سے واقف و مطلع اور ان کا قائل و معترف ہونے کے باوجود...... اور اس کے باوصف کہ 'جماعتِ اسلامی' سے اس کی علیحدگی کو تیس سال سے زائد گذر چکے ہیں۔ آج بھی اس رائے کا حامل ہے کہ

۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ان کی تحریکِ اسلامی خالص اصولی اور انقلابی طریق کار پر عمل پیرا اور گویا منہاجِ نبوت و رسالت پر قائم اور گامزن رہی!

اور اس طرح اُس نے اس دعوت و تحریک کے تسلسل کو جاری رکھا جس کے بیسویں صدی عیسوی کے داعئِ اول تھے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء تک کے مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم و مغفور!

- یہی وجہ ہے کہ متعدد اہم اشخاص جو پہلے مولانا آزاد سے بیعت اور 'حزب اللہ' میں شریک تھے' جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے جیسے مستری محمد صدیق ؒ اور ملک نصر اللہ خاں عزیز مرحوم!
- لیکن افسوس کہ اپنے پیش رو کے مانند اس تحریک کا یہ دَورِ ثانی بھی ع "خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود!" کا مصداقِ کامل ثابت ہوا...... اور
- تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے موقع پر حالات کی ایک ظاہری اور سطحی تبدیلی سے متأثر ہو کر مولانا مودودی نے اپنی مساعی اور جدوجہد کا رخ ایک قومی و سیاسی تحریک اور انتخابی طریقہ کار کی جانب موڑ دیا۔
- اس موضوع پر راقم کو اس وقت زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ:
- .... اولاً اس کی اصل دلچسپی اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور غلبۂ دین حق کی اس اصل اصولی و انقلابی تحریک سے ہے جس کے دو منفصل ادوار کا ذکر اوپر ہوا ہے..... نہ کہ مولانا مودودی کے اس سے ماقبل یا مابعد کے افکار و نظریات یا پالیسی اور حکمت عملی سے!
- .... ثانیاً اس اصولی اسلامی انقلابی موقف سے مولانا مودودی کے انحراف یا انقلابِ حال کے موضوع پر راقم کی ایک مفصل تالیف "تحریکِ جماعتِ اسلامی، ایک تحقیقی مطالعہ" کے نام سے موجود ہے۔
- ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مودودی مرحوم کی علمی و فکری قلابازیوں..... اور جماعت اسلامی کی پالیسیوں کے مضحکہ خیز تضادات کی داستان بہت طویل ہے۔
- لیکن جیسے کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے' راقم کی اصل دلچسپی ان موضوعات سے نہیں ہے۔ بلکہ اسے افسوس اور تشویش صرف اس پر ہے کہ
- اسلام کی اصولی انقلابی دعوت اور غلبۂ دینِ حق کی منہاجِ نبوت و رسالت والی تحریک
- ع "اک دلکتا چراغ تھا' نہ رہا!" کی مصداق بن گئی
- فَوَاحَسْرَتَاہ وَ یَا اَسَفًا!

.............○.............

○ اور اسی خلا کو پر کرنے
○ اور براہ راست "اسلام کی نشأۃِ ثانیہ" کی دعوت و تحریک اور "غلبہ و اقامتِ دین" کی جدوجہد کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی کوشش کا مظہر ہے 'تنظیم اسلامی'
○ جو راقم کی نسبت سے تو یقیناً نہایت حقیر بھی ہے اور بے وقعت بھی
○ لیکن اپنے ہدف و مقصود اور اپنے تاریخی پس منظر کے اعتبار سے نہایت اہم بھی ہے اور عظیم بھی!
○ چنانچہ راقم سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے
○ کہ راقم کی دعوت و تحریک کے بھی دو حصے اور شعبے ہیں
○ ....ایک "دعوت رجوع الی القرآن" ......جس کیلئے مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور' قائم ہوئی 'قرآن اکیڈمی' تعمیر ہوئی۔
○ ....دوسرے دین حق کے غلبہ و اقامت یا بالفاظ دیگر 'اسلامی انقلاب' کیلئے حرکت و جہاد' جس کے لئے 'تنظیم اسلامی' قائم ہوئی اور اس کی تنظیمی اساس 'بیعت جہاد و سمع و طاعت فی المعروف' پر استوار ہوئی'
○ جہاں تک راقم کی دعوت قرآنی کا تعلق ہے' اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا تحصیل حاصل ہے۔
○ اس لئے کہ' اگرچہ اس کے ضمن میں تصنیف و تالیف کی مقدار کم رہی' لیکن درس و خطاب اور آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے اس کا چرچا دنیا کے کونے کونے میں ہے۔
○ مزید بر آں' بیس اکیس سالہ مساعی کے نتیجے میں قرآن کے نوجوان داعیوں اور مبلّغوں کی ایک ٹیم بھی تیار ہو چکی ہے۔
اور الحمد للہ کہ ان دروس و خطابات کے ذریعے قرآن کے جس فہم و فکر کی اشاعت ہو رہی ہے' وہ کسی ایک لکیر کے فقیر یا کنویں کے مینڈک کے مانند نہیں ہے۔
○ بلکہ اس میں کم از کم چار منبعوں سے پھوٹنے والے سوتوں کا "قران السّعداء" موجود ہے یعنی:
○ ....ایک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا 'رسوخ فی العلم'۔
○ ....دوسرے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اور ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی جدید فلسفہ و سائنس اور جدید سیاسیات و اقتصادیات کے ضمن میں تنقیدی بصیرت!

○ .... تیسرے: مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کا جذبہ حرکت و عمل اور تصور جہاد فی سبیل اللہ! اور

○ .... چوتھے: مولانا حمیدالدین فراہیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحی کا تعمق و تدبر قرآن کا اسلوب و منہاج!

(الحمدللہ کہ راقم اس "دعوت رجوع الی القرآن" اور اس کے "منظر و پس نظر" کے بارے میں تفصیلاً لکھ چکا ہے جس کی اشاعت 'میثاق' اور 'حکمت قرآن' میں تو ہو چکی ہے 'اب انشاء اللہ بہت جلد کتابی صورت میں بھی ہو جائے گی۔)

○ اور الحمدللہ کہ ؏ "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم!" کے مصداق

○ راقم کو پورا اطمینان حاصل ہے کہ اس نے اپنی حیات دنیوی کے بائیس سال "دعوت الی القرآن" اور 'تحریک تعلیم و تعلم قرآن' کی جس جدوجہد میں صرف کئے اس سے اعلیٰ اور ارفع کام اور کوئی نہیں!

○ اور راقم کو خوف ہے تو صرف اس کا کہ کہیں اس میں نفس اور شیطان کی وسوسہ اندازیوں کے باعث ریا اور سمعہ کا دخل نہ ہو گیا ہو۔

○ ورنہ رجا اور استبشار کے لئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو ارشادات کفایت کرتے ہیں کہ

○ .... "خیرکم من تعلم القرآن وعلمه" ...... اور

○ .... "ومن دعا الیه فقد هدی الی صراطٍ مستقیم"

.... ○ ....

○ البتہ جہاں تک تحریک و تنظیم کا تعلق ہے راقم کو برملا اعتراف ہے کہ اس کی بارہ سالہ مساعی کا حاصل کم از کم بظاہر احوال بہت کم ہے!

○ اور الحمدللہ کہ اس کے سبب کے بارے میں بھی راقم کو نہ کوئی مغالطہ لاحق ہے 'نہ ہی وہ اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مرض میں مبتلا ہے۔

○ چنانچہ اسے خوب معلوم ہے کہ اس کا اصل سبب یہی ہے کہ اقامت دین کے بلند و بالا نصب العین اور "اظہار دین الحق علی الدین کله" یا بالفاظ دیگر 'اسلامی انقلاب' کی جاں گسل جدوجہد 'بالخصوص اس کی قیادت و رہنمائی کے لئے جو کم از کم استعدادات اور صلاحیتیں درکار ہیں وہ ان سے بھی تہی دست ہے!

○ گویا معاملہ وہی ہے جو مولانا حسرت موہانی کے اس شعر میں بیان ہوا کہ:

ے 'غم زندگی کا حسرت سبب اور کیا بتائیں
مری ہمتوں کی پستی' مرے شوق کی بلندی! '

- صرف اس فرق کے ساتھ کہ جہاں تک راقم کا تعلق ہے معاملہ 'شوق' کا نہیں' خالص 'احساس فرض' کا ہے!
- چنانچہ............ یہی احساس فرض تھا جس کے تحت راقم نے عمر عزیز کے پورے دس سال 'تحریک جماعت اسلامی' کی نذر کئے اور اس عرصے کے دوران ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے لیکن نہایت فعّال انداز میں کام کیا۔
- پھر جب اس سے مایوس ہو کر علیحدگی اختیار کی تو آٹھ برس اس انتظار میں بسر کئے کہ جماعت سے علیحدہ ہونے والے بزرگ علماء میں سے کوئی صاحب عزیمت وہمت نیا قافلہ تشکیل دے تو راقم اس میں ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے شامل ہو کر اپنے فرض سے عہدہ بر آہو سکے!
- اور جب اس جانب سے بھی مایوسی کا سامنا ہوا تو مجبوراً خود اس کانٹوں بھری وادی میں قدم رکھنے کے فیصلے کے ساتھ دوبارہ وارد لاہور ہوا!
- اور پورے دس برس صرف 'قرآن کی انقلابی دعوت' کی نشرواشاعت کا کام کیا' (سات سال خالص انفرادی حیثیت میں اور تین سال 'مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور' کے زیر عنوان)
- اور بالآخر جب ۱۹۷۴ء میں 'عزم تنظیم' کا اعلان کیا اور مارچ ۱۹۷۵ء میں ع "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا!" کے مصداق 'تنظیم اسلامی' کے نام سے ایک نیا قافلہ ترتیب دیا...... تب بھی 'ہیئت تنظیمی' کے ضمن میں آخری فیصلہ نہیں کیا' بلکہ اسے اس خیال سے مؤخر رکھا کہ کوئی بزرگ شخصیت بھی شامل ہو تو اس کی صوابدید کے مطابق اقدام کیا جائے!
- اور دو ڈھائی سال کے لاحاصل انتظار کے بعد تنظیمی ڈھانچے کی اساس کے طور پر 'بیعتِ سمع وطاعت فی المعروف' کے اس اصول کو اختیار کرنے کا اعلان کر دیا جو راقم کے نزدیک اسلامی اجتماعیت کی واحد منصوص و مسنون بنیاد ہے!
- اس طرح 'الحمد للہ کہ "استدار الزمان کھیتہ یوم خلق اللہ السموات والارض" کے مانند غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کے تنظیمی ڈھانچے کی ہیئت جو ٹھیٹھ اسلامی مدار سے ہٹ گئی تھی دوبارہ اپنے صحیح نہج پر استوار ہو گئی۔

.... ○ ....

○ ان سطور کے عاجز و ناچیز راقم کو اپنی جملہ کوتاہیوں اور کمزوریوں اور تمام تر بے بضاعتی اور تہی دامنی کے ساتھ ساتھ، الحمدللہ کہ یہ اطمینان حاصل ہے کہ :
○ اولاً اسے اپنی بے بضاعتی اور تہی دامنی کا پورا شعور و ادراک حاصل ہے۔
○ ثانیاً وہ سلف صالحین اور علماء ربّانیین کے حلقے سے ذہناً و قلباً منسلک ہے، 'منفصل' اور 'مبتعد' نہیں!
○ ثالثاً اس کے فکر و نظر میں نہ تنگی ہے، نہ افراط تفریط...... چنانچہ اس کے باوجود کہ اس کے دینی فکر کا تانا بانا اصلاً علامہ اقبال اور تبعاً مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے فکر پر مبنی ہے، اس کی قلبی محبت و عقیدت کا رشتہ اصلاً حضرت شیخ الہند اور تبعاً مولانا مدنی اور علامہ عثمانی کے ساتھ ہے...... اور ان دونوں مؤخرالذکر بزرگوں کے ضمن میں بھی راقم اپنے باطن میں ایک عجیب توازن کی لذت و حلاوت محسوس کرتا ہے، کہ اگر اصابت فکر و نظر کے ضمن میں راقم زیادہ قائل ہے علامہ عثمانی کا...... تو تقویٰ و تواضع اور عزیمت و استقامت کے ضمن میں زیادہ معترف ہے مولانا مدنی کا!
○ مزید بر آں، .... اس کے نزدیک مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ کسی متحدہ قومیت میں شامل ہونا اصلاً تو غلط ہے، تاہم کسی وقتی اور فوری دفاعی تدبیر کے طور پر اس کا استعمال ہرگز حرام نہیں ہے، رہی مسلمانوں کی دنیوی فلاح و بہبود کیلئے کی جانے والی 'قومی' مساعی تو وہ تو راقم کے نزدیک احیائے ملت کے وسیع پروگرام کا ایک جزو لاینفک ہیں...... اگرچہ خالص غلبہ اسلام اور اقامت دین کے لئے اٹھنے والی ٹھیٹھ تجدیدی مساعی کو ان دونوں سے بالاتر ہو کر خالص اصولی، انقلابی خطوط پر استوار ہونا چاہئے!
○ رابعاً اسے نہ کوئی غرور لاحق ہے نہ زعم...... بلکہ وہ شدید احتیاج محسوس کرتا ہے علماء ربانیین بالخصوص منتسبین حضرت شیخ الہند کی سرپرستی اور تعاون کی!
○ چنانچہ اسی کے حصول کی کوشش کی مظہر ہے اس کتاب کی تالیف و اشاعت!!
○ "گر قبول افتد، زہے عز و شرف!"

(واضح رہے کہ یہ تحریر سرزمین حرم پر یہیں تک سپرد قلم ہو سکی تھی اور اس کے آخری الفاظ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۷ء کو مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفہا میں ضبط تحریر میں آئے تھے۔ اس کا باقی حصہ واپسی پر لکھا گیا ہے۔)

○ اس وقت پوری دنیا میں اسلام اور مسلمان جس حال میں ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔
○ یعنی یہ کہ...... اگرچہ بظاہر مسلمان ممالک کی عظیم اکثریت مغربی سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کر چکی ہے (چنانچہ اس وقت یو این او کے کل ۱۵۹ ممبر ممالک میں سے ۴۴ کی تعداد مسلمان ممالک پر مشتمل ہے!)
○ لیکن ایک طرف جانب...... یہ تمام مسلمان ملک جدید ٹیکنالوجی اور خاص طور پر اسلحہ کے لئے بالکلیہ دوسروں کے دست نگر اور کسی نہ کسی سپر پاور کے فتراک کے نخچیر ہوتے کے علاوہ اکثر و بیشتر باہم دست و گریباں ہیں۔
○ تو دوسری جانب...... 'اسلام' فرمان نبویؐ "بَدَءَ الاسلامُ غریبًا و سَیَعُودُ کَمَا بَدَأَ" کی کامل تصویر ہے۔
○ اور اس کے بارے میں لگ بھگ ایک صدی قبل کے یہ اشعار آج بھی صدفی صد درست ہیں کہ ؎

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے!
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جذر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے!

○ اور ؎

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
وہ دیں جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے!

○ اس لئے کہ ان نام نہاد مسلمان ممالک میں قیادت و سیادت کی باگ ڈور اور حکومت و سیاست کی زمام کار گورے یوروپین لوگوں کے جانے کے بعد ان لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہے، جو صرف چمڑی کی رنگت کے سوا ذہن و فکر اور تہذیب و تمدن ہر اعتبار سے خالص 'یوروپین' ہیں!
○ اہل تشیع تو پھر بھی فخر کے ساتھ سر اونچا کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے واحد اکثریتی ملک میں اپنے نظریات کے مطابق 'اسلامی انقلاب' برپا کر دیا اور اس سے قطع نظر کہ یہ انقلاب عارضی ثابت ہوتا ہے یا پائیدار، کم از کم فی الوقت ایک وسیع و عریض ملک،

اپنے عقائد اور اپنی فقہ کی غیر مشروط بالادستی بالفعل قائم کر دی۔

○ پوری سنی دنیا کے لئے تو ؎

"یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا

ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے!"

○ کے مصداق واقعتاً ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ان کے درجنوں اکثریتی ممالک میں سے 'سوائے ایک سعودی عرب کے' کسی ایک جگہ بھی شریعت اسلامی کی فیصلہ کن بالا دستی قائم نہیں!

○ اور خود سعودی عرب میں بھی اگرچہ داخلی طور پر نظام عبادات کے سرکاری سطح پر قیام و اہتمام 'اور شریعت اسلامی کی جزوی تنفیذ و ترویج کی برکات نظر آتی ہیں......

○ تاہم ایک مستبد بادشاہت اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے اسے پوری بیرونی دنیا کے لئے نفرت و حقارت کا ہدف اور تمسخر و استہزاء کا موضوع بنا کر رکھ دیا ہے۔

گویا آج پوری سنی دنیا کم از کم قومی و اجتماعی اور ملی و ملکی سطح پر شہادت حق کی بجائے شہادت زُور پر عمل پیرا ہے..... اور نوع انسانی کو اسلام کی دعوت دینے اور اس پر حجت قائم کرنے کی بجائے عملی اعتبار سے خود اسلام سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کر رہی ہے!

○ ادھر برعظیم ہند کی تقسیم سے ۱۹۴۷ء میں وقت کی جو عظیم ترین مسلمان مملکت وجود میں آئی تھی وہ پندرہ سولہ سال قبل ایک عظیم حادثے سے دوچار ہو گئی' جس نے نہ صرف یہ کہ اسے دولخت کر دیا بلکہ ایک نہایت شرمناک شکست اور ذلت آمیز ہزیمت کا کلنک کا ٹیکہ پوری امت مسلمہ کی پیشانی پر لگا دیا۔

نتیجۃً آج وہ اندیشہ واقعہ کی صورت اختیار کر کے سامنے آگیا ہے' جس کا اظہار اب سے لگ بھگ نصف صدی قبل کچھ مخلصان ملت نے کیا تھا.......... یعنی یہ کہ مسلمانان برعظیم تین حصوں میں تقسیم ہو کر ضعیف و غیر مؤثر ہو گئے ہیں!

○ اور نوبت بایں جارسید' کہ آئے دن بھارت کا کوئی نہ کوئی علاقہ ؏

"ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو!"

کا نقشہ پیش کرتا رہتا ہے' لیکن بنگلہ دیش کے دس کروڑ اور بچے کھچے پاکستان کے نو کروڑ مسلمان چند ایک اخباری مضامین و بیانات..... اور ایک آدھ چھوٹے موٹے مظاہرے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے!

○ رہا یہ بچا کھچا پاکستان!.......... تو دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ یہ رفتہ رفتہ خوفناک

ترین تباہی کی جانب بڑھ رہا ہے............ اور " كُنتُم عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ "
کا کامل مصداق بن چکا ہے۔

- اور اگر جلد ہی مشیت وقدرت خداوندی کا کوئی خصوصی اور معجزانہ ظہور نہ ہوا...... اور
- یہاں اسلامی انقلاب نہ آیا
- تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے چار ٹکڑے ہوں گے یا پانچ!
- بہرصورت
- بھارت میں مسلم دشمنی ہی نہیں باضابطہ مسلم کشی کی تیز و تند لہر...... اور پاکستان میں نسلی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں کے بڑھتے ہوئے طوفان کے پیش نظر یہ اندیشہ اور خطرہ موہوم نہیں، واقعی اور حقیقی ہے کہ برعظیم پاک وہند میں ع

"ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!"

کا وہ اٹل قانونِ قدرت نافذ نہ ہو جائے جو آج سے ٹھیک پانچ سو برس قبل سپین میں ہوا تھا!

ع "حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!"

.... (اس موضوع پر الحمدللہ کہ راقم کی دو کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں یعنی "استحکام پاکستان"...... اور "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" لہٰذا اس مقام پر کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے!)

(۴)

ان حالات میں ضرورت تو اس امر کی ہے کہ طبقہ علماء میں سے کوئی عظیم شخصیت ایسی ابھر کر سامنے آئے جو مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مجاہد کبیر سید احمد بریلویؒ کی سی عظمت و جلالت نہ سہی کم از کم شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ کی سی جامعیت و وسعت کی تو حامل ہو............ جو

اولاً............ ع

"کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو!"

کے مصداق 'جماعت شیخ الہندؒ' کے باقیات الصالحات کو جمع کرے اور اس کی منتشر لڑیوں کو از سر نو ایک مضبوط رسی کی صورت میں بٹ دے!

ثانیاً............ ان جملہ دینی عناصر کو جمع کرنے کی کوشش کرے جو جمعیت علماء ہند کے ابتدائی دور میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تھے۔

.... (واضح رہے کہ اس وقت مسلمانان ہند کے اس مشترک دینی و سیاسی اتحاد سے صرف مولانا احمد رضاخاں صاحب بریلوی کے فرزند ہی باہر رہ گئے تھے' باقی جملہ قابل ذکر حنفی اور اہل حدیث علماء اس اتحاد میں شامل تھے)

○ اس لئے کہ اس کے بغیر پاکستان میں کسی اسلامی انقلاب کے خواب دیکھنا جنت الحمقاء میں رہنے کے مترادف ہے!

تاہم جب تک کوئی ایسی صاحب ہمت و عزیمت شخصیت سامنے نہیں آتی'

○ ان سطور کا عاجز و ناچیز راقم اپنی بساط بھر کوشش کرتا رہے گا کہ غلبۂ اسلام اور اقامت دین کی اس راست تحریک کے تسلسل کو قائم رکھے جس کے اس صدی کے داعیٔ اول تھے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور داعیٔ ثانی تھے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اور...... بحمد اللہ...... وہ اس پر پوری طرح مطمئن ہے کہ خواہ اسے تنظیم کی وسعت کے اعتبار سے تاحال نمایاں اور محسوس کامیابی حاصل نہیں ہوئی' تاہم اسے اللہ نے توفیق عطا فرمائی کہ اس نے :

دروس قرآن اور خطابات عام' اور ان کی آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے وسیع پیمانے پر نشرواشاعت کے ذریعے' نہ صرف یہ کہ دین اور فرائض دینی کا جامع اور ہمہ گیر تصور بہت بڑے حلقے میں عام کیا' بلکہ مطالعہ قرآن کے ایک منتخب نصاب کے ذریعے اس کا نہایت مضبوط و مستحکم تعلق قرآن حکیم کے ساتھ استوار کر دیا ہے۔

○ مزید بر آں' انقلاب اسلامی کے اساسی لوازم اور تدریجی مراحل کو وضاحت کے ساتھ معین کیا...... اور اس کا گہرا رشتہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح قائم کر دیا کہ "لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا" کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

○ اور...... ثم الحمد للہ...... کہ وہ اس پر پوری طرح راضی ہے کہ اگر اسے معاشرے اور قوم کے اکابر و اصاغر سے تائید و تعاون حاصل نہ ہو تو وہ یہی دو کام کرتا ہوا دنیا سے رخصت ہو جائے!

○ تاہم...... پاکستان کے علماء حقانی اور صلحاء ربانی کی خدمت میں یہ کتاب "مَنْ انصاری الی اللّٰہ!" کی صدا کے ساتھ پیش ہے' مبادا وہ یہ کہیں کہ تم نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں!

○ ورنہ "وَما النصر الّا من عند اللّٰہ" کے مطابق نصرت تو بالکلّیہ اللہ ہی کی جانب سے ہے۔

(۵)

○ اس کتاب میں اس مقدمے کے بعد

○ باب اول ایک تمہید کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں ایک خط قاری حمید انصاری صاحب کا شامل ہے اور ایک تحریر ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری کی۔

○ باب دوم کی حیثیت اس پوری کتاب کے مبنیٰ و اساس اور بنیاد کی ہے۔

○ اس میں اولاً راقم کی وہ تحریر شامل ہے جس میں ۲۱۔ ۱۹۲۰ء کے امامت الہند کے مسئلے سے متعلق واقعات کی پوری تحقیق بھی آگئی ہے، اور حضرت شیخ الہندؒ کی عظمت کے بارے میں راقم کے تاثرات بھی بیان ہو گئے ہیں۔

○ پھر دو تائیدی خطوط مراد آباد (بھارت) کے مولانا افتخار احمد فریدی صاحب کے ہیں۔

○ پھر راقم کی تحریر پر مولانا اللہ بخش ملکانوی کے اعتراضات اور ان کے ضمن میں راقم کی وضاحت ہے۔

○ اور آخر میں محترم حکیم محمود احمد برکاتی کی تحریر ہے جس میں بعض واقعات اور اقوال کی روایت پر تنقیدی گرفت کی گئی ہے جس کے ضمن میں ضروری وضاحت ان کے مقالے پر "میثاق" کے ادارتی نوٹ میں موجود ہے۔

○ تیسرا باب "فرائض دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن، لاہور میں منعقدہ چھ روزہ محاضرات کی روداد پر مشتمل ہے۔ جس سے دین کا جامع تصور بھی سامنے آجاتا ہے اور فرائض دینی کا انقلابی تصور بھی۔

چوتھا باب ...... راقم کی دو تقریروں پر مشتمل ہے، جو اواخر مارچ ۸۴ء میں جناح ہال، لاہور، میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے چھٹے سالانہ محاضرات قرآنی میں کی گئیں۔ جن میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے دو لازمی اجزاء تفصیلاً زیر بحث آئے ہیں یعنی ایک جہاد بالقرآن اور دوسرے التزام جماعت و لزوم بیعت!

○ واضح رہے کہ ۱۹۱۲ء تا ۱۹۲۰ء مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی دعوت و تحریک کے بھی یہی دو اساسی اجزاء تھے!

○ پانچویں باب کا اصل موضوع مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم و مغفور اور ان کی بعض آراء ہیں۔

○ چنانچہ اس میں اولاً مولانا اکبر آبادی مرحوم کا ایک مختصر سوانحی خاکہ درج ہے جو موصوف کے خویش پروفیسر محمد اسلم صاحب نے تحریر کیا۔ اور متذکرہ بالا محاضرات قرآنی میں پڑھ کر سنایا۔

○ پھر مولانا اکبر آبادی کی ایک طویل تقریر ہے جو انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی شخصیت اور سیرت کے موضوع پر ان ہی محاضرات میں کی۔ یہ تقریر اولاً ماہنامہ "حکمت قرآن" میں شائع ہوئی تھی۔ اب اسے نہایت آب و تاب کے ساتھ کتابی صورت میں ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں یہ تقریر ان کی کتاب سے عکس لے کر شائع کی جا رہی ہے، اس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں......

○ پھر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے دو انٹرویو ہیں۔ جن میں انہوں نے راقم الحروف کے بارے میں اپنی رائے وضاحت کے ساتھ پیش کی ہے۔ جس کے لئے راقم ان کا شکر گذار بھی ہے اور ان کے لئے دعاگو بھی...... البتہ اس گفتگو میں بعض دوسری تحریکوں اور شخصیتوں کے ضمن میں جو ریمارکس آگئے ہیں ان کے ضمن میں مولانا اخلاق حسین قاسمی (دہلی) اور مولانا محمد منظور نعمانی (لکھنؤ) کے جو تردیدی یا وضاحتی خطوط موصول ہوئے وہ بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔

○ واضح رہے کہ اس کتاب کے باب چہارم میں شامل راقم کی دونوں تقریروں کے دوران مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم بھی موجود تھے۔ پہلی میں بحیثیت صدر مجلس اور دوسری میں بحیثیت شریک و سامع!

○ باب ششم سے اس کتاب کی دوسری اہم بحث کا آغاز ہوتا ہے۔

○ اس میں اولاً "قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور ان کے بارے میں علماء کرام کے خدشات" کے موضوع پر راقم کی ایک مفصل تقریر شامل ہے جو رمضان ۱۴۰۴ھ کے جمعۃ الوداع کو مسجد دار السلام' باغ جناح' لاہور میں کی گئی تھی۔

○ چونکہ "میثاق" کا وہ شمارہ (ستمبر ۸۴ء) بہت سے معروف علماء کرام اور بعض دینی جرائد کو تبصرے اور اظہار رائے کے لئے بھیجا گیا تھا' لہٰذا اس باب میں اس کے بعد چار جید علماء کرام اور دو ہفت روزہ جرائد کے تبصرے شامل ہیں جو "میثاق" کی نومبر اور دسمبر ۸۴ء کی اشاعتوں میں شائع ہوئے۔

○ اور آخر میں ان تبصروں کے ضمن میں راقم کی وضاحتیں ہیں جو دسمبر ۸۴ء اور جنوری ۸۵ء کے "میثاق" میں شائع ہوئی تھیں۔

○ باب ہفتم مولانا اخلاق حسین قاسمی (دہلی) کی ایک تحریر سے شروع ہوتا ہے جس میں انہوں نے "جماعت شیخ الہند" کی اصطلاح استعمال فرمائی اور ایک جانب راقم کو کچھ نصیحتیں کیں اور دوسری جانب علماء دیوبند کو راقم کی تائید اور سرپرستی کا مشورہ دیا۔

○ اس کے بعد راقم کی ایک طویل تحریر ہے جو "میثاق" فروری ۸۵ء میں شائع ہوئی تھی اور جس میں راقم نے "جماعت شیخ الہند" کے ضمن میں اپنے تأثرات واحساسات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

○ آخر میں مولانا محمد منظور نعمانی (لکھنؤ) کی تالیف کا ایک طویل اقتباس ہے جس میں مسلم انڈیا کی ۲۰ ویں صدی عیسوی کے ابتدائی چالیس سال کی تاریخ کے بعض اہم واقعات اور اس دور کے بعض اعاظم رجال کا ذکر ہے۔

○ باب ہشتم میں یہی سلسلہ مضمون آگے بڑھتا ہے لیکن اس میں گفتگو اصلاً مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر "بینات" کراچی کے اعتراضات کے حوالے سے ہے۔

○ اس میں "میثاق" مارچ ۸۵ء کا "تذکرہ و تبصرہ" من و عن ..... اور ستمبر ۸۵ء کے "تذکرہ و تبصرہ" کے چیدہ چیدہ حصے شامل ہیں۔ اس باب کے آخر میں ہفت روزہ "حرمت" اسلام آباد میں شائع شدہ ایک مضمون بھی شامل ہے۔

○ باب نہم اصلاً راقم کے ۲۴ اگست ۸۴ء کے خطاب جمعہ پر مشتمل ہے جو "میثاق" نومبر ۸۴ء میں شائع ہوا تھا۔

○ اس کے علاوہ اس میں "قتل خطاء میں عورت کی نصف دیت کا مسئلہ" کے موضوع پر راقم کی ایک تحریر شامل ہے جو اولاً روزنامہ "نوائے وقت" اور پھر "میثاق" دسمبر ۸۴ء میں شائع ہوئی تھی۔

○ اس کتاب میں ان دونوں کی اشاعت سے مقصود یہ ہے کہ فقہی مسائل کے ضمن میں راقم کا نقطہ نظر وضاحت سے سامنے آجائے۔

○ باب دہم ..... کچھ "متفرقات" پر مشتمل ہے جن کی حیثیت اس کتاب میں "ضمیموں" کی سی ہے..... ان میں حسب ذیل چیزیں شامل ہیں

○ (ا) آیہ اظہار دین کے ضمن میں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وضاحت (ماخوذ از "ازالۃ الخفا" ترجمہ از مولانا عبدالشکور لکھنوی)

○ (ب) "لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اوّلھا" کے ضمن میں دو نہایت اہم تحقیقی خطوط

(ج) "علماء کب اٹھیں گے؟" کے عنوان سے مولانا محمد ذکریا' سربراہ پاکستان سنی اتحاد' کی ایک جھنجوڑ دینے

والی تحریر۔

(د) حاجی عبدالواحد مرحوم و مغفور کا سوانحی خاکہ' جو اپنی ذات میں اس دور کی جملہ دینی تحریکوں کی چلتی پھرتی تاریخ تھے اور میرے ہاتھ پر زبردستی بیعت کرنے والے پہلے شخص!

(ہ) مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ کی ایک تقریر جس میں موصوف نے راقم الحروف کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔

راقم ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جن کی تحریریں مضمون کی مناسبت سے کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

لاہور.....۱۶ر جون ۱۹۸۷ء

منہجِ انقلابِ نبویؐ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی

جدوجہد کے رہنما خطوط

غارِ حرا کی تنہائیوں سے لیکر

مدینۃ النبیؐ میں اسلامی ریاست کی تشکیل اور اسکی بین الاقوامی توسیع تک

اسلامی انقلاب کے مراحل مدارج اور لوازم

پر مشتمل

ماہنامہ "میثاق" میں شائع شدہ

امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے دس خطبات کا مجموعہ

قیمت: -/۲۵ روپے صفحات: ۳۷۵ (نیوز پرنٹ)

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

ہوا سے باتیں کرنے والا
رائل فین
رائل فین استعمال کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد
اس کی آزمودہ کوالٹی، کفایت اور دیرپائی کے ثبوت ہے۔
خوشنما، خوش وضع، پائیدار اور انتہائی ہوادار
رائل فین گرم موسم میں آسائش
کا سامان پیدا کرتا ہے۔
آپ رائل فین پر فخر کر سکتے ہیں۔
سیلنگ فین: "56
قیمت: =/Rs 675
ROYAL
FANS
رفیق انجینیرنگ انڈسٹریز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
رفیق آباد، جی ٹی روڈ، گجرات
گجرات فون: 3011 - 3004
کراچی سیلز آفس: 721491
لاہور سیلز آفس: 301286
راولپنڈی سیلز آفس: 74930

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن کا سلسلہ

الھدیٰ

درس نمبر ۱۱

نشست نمبر ۴۳

مباحثِ عمل صالح

عائلی زندگی کے بنیادی اصول

(سورۃ التحریم کی روشنی میں)

(۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبْتَغِیْ
مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ
اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ۚ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ۚ وَھُوَ الْعَلِیْمُ
الْحَکِیْمُ ۝ —— صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝

"اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیوں حرام کرتے ہیں وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی ہے اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ نے تمہاری قسموں کو کھولنے کے لئے طریقہ معین کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا پشت پناہ اور مددگار ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور کمال حکمت والا ہے۔"

محترم حاضرین اور معزز ناظرین۔

سورۃ تحریم کی ابتدائی دو آیات اور ان کا ترجمہ ابھی آپ نے سماعت فرمایا...... سورۃ تحریم اٹھائیسویں پارے کی آخری سورۃ ہے۔ اور مطالعہ قرآن حکیم کے جس منتخب نصاب کا درس ان مجالس میں سلسلہ وار ہو رہا ہے

اس کا بحیثیت مجموعی یہ بارھواں درس ہے اور تیسرے حصے یعنی مباحث عمل کا تیسرا درس ہے۔ اس منتخب نصاب کے جن دُروس کا ہم مطالعہ کر چکے ہیں ان کے درمیان جو معنوی ربط و تعلق اور منطقی ترتیب ہے اُس کو اپنے ذہن میں تازہ کر لیجئے۔

اس منتخب نصاب کا پہلا حصہ چار جامع اسباق پر مشتمل تھا۔ جس میں انسان کی کامیابی اور فوز و فلاح کے چاروں لوازم یعنی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا بیان تھا...... دوسرے حصہ میں چند ایسے مقامات شامل تھے جو خاص طور پر ایمان کے مباحث سے متعلق ہیں۔ تیسرے حصہ میں اعمال صالحہ کی بحث ہے جو جاری ہے۔

ظاہر بات ہے کہ انسانی اعمال میں سب سے پہلے انفرادی سیرت و کردار کا معاملہ زیر بحث آنا چاہئے۔ چنانچہ پہلے دو اسباق میں انفرادی سیرت و کردار ہی سے متعلق چند اہم پہلو سامنے آئے ہیں اولین درس میں جو سورہ مومنون کی ابتدائی گیارہ آیات اور سورہ معارج کی درمیانی سترہ ہم مضمون آیات پر مشتمل تھا اس میں قرآن نے تعمیر و سیرت کیلئے جو بنیادیں فراہم کی ہیں اور تعمیر خودی کا جو پروگرام دیا ہے' اس کا بیان ہے اور سورہ فرقان کے آخری رکوع پر مشتمل دوسرا اسبق جو ہم نے پچھلی نشست میں ختم کیا تھا۔ اس میں یہ بات ہمارے سامنے آئی تھی کہ ایک مکمل طور پر تعمیر شدہ بندہ و مومن کی شخصیت کے کیا خدوخال ہونے چاہئیں! یعنی قرآن مجید کا انسانِ مطلوب کیا ہے! جسے علامہ اقبال مرد مومن سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ہم انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اجتماعیت کی پہلی منزل خاندان اور عائلی نظام ہے۔ اس سے آگے معاشرہ ہے اور اس سے آگے ریاست ہے۔ یہ سارے اس اجتماعیت کے مدارج ہیں جس کا نقطۂ آغاز خاندان ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ خاندان کی بنیاد رشتۂ ازدواج سے پڑتی ہے۔ یعنی ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان شوہر اور بیوی کا تعلق ایک خاندان کا سنگ بنیاد بنتا ہے۔

چونکہ اجتماعیت کا اولین قدم یہی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں نہایت شرح و بسط اور نہایت تفصیل کے ساتھ عائلی نظام سے متعلق مباحث آئے ہیں۔ شوہر بیوی کے رشتے کے متعلق معاملات اور نکاح اور طلاق کے احکام و مسائل کے بارے میں تفصیلی ہدایات بیان ہوئی ہیں۔ سورہ بقرہ میں کئی رکوع اسی بحث پر مشتمل ہیں۔ پھر سورہ النساء میں' سورہ مائدہ میں سورہ نور میں' سورہ احزاب میں سورہ مجادلہ' میں سورہ طلاق اور سورہ تحریم میں اس موضوع پر گفتگو آئی ہے۔

فارسی کے اس مشہور شعر کے مصداق کہ ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

چونکہ خاندان انسانی معاشرے کا اور انسانی تہذیب و تمدن کا بنیادی پتھر ہے اسی پر ریاست' ملت اور اجتماعیت کے تمام تصورات کی تعمیر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر خاندان کے ادارے کی تعمیر میں کوئی کجی یا ٹیڑھ رہ جائے تو ظاہر بات ہے کہ پھر وہ کجی آخر تک جائے گی۔ جڑ اور بنیاد میں ضعف رہ جائے تو یہ ضعف معاشرے کی تمام سطحوں پر ظہور کرے گا لہٰذا قرآن مجید خاندان کے اس ادارے کو نہایت مستحکم کرنا چاہتا ہے اور اسے نہایت صحیح بنیادوں پر استوار کرنا چاہتا ہے تاکہ اس میں نہ کوئی عدم توازن رہے اور نہ ہی کوئی اونچ نیچ ہو' نہ ظلم و تعدی ہو اور نہ ہی ضعف و اضمحلال۔

قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارے کے آخر میں اس موضوع پر سورہ تحریم اور سورہ طلاق کی صورت میں دو نہایت حسین وجمیل سورتوں کا جوڑا ہمارے سامنے آتا ہے۔ ظاہر بات ہے جتنی سورتوں یعنی سورہ بقرہ ' سورہ نساء وغیرہ جن میں عائلی زندگی کے معاملات پر بحث کی گئی ہے پر اس محدود وقت میں گفتگو نہیں ہو سکتی۔ البتہ سورہ تحریم جس کا مطالعہ آج کی اس نشست سے شروع ہو رہا ہے کی ہر آیت پر قدرے تفصیل سے غور اور گفتگو کریں گے لیکن اس مطالعہ اور غور سے قبل میں ایک اہم بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس سے انشاء اللہ آپ کو فہم قرآن کے لئے رہنمائی ملے گی اور قرآن مجید کی آیات اور سورتوں میں جو باہمی ربط اور نظم ہے اس کے بارے میں آپکو ایک بصیرت باطنی حاصل ہو گی۔ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر سورتیں جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ اب جوڑے ہونے کی نسبت کا تقاضا ہے کہ موضوع زیر بحث کے دو پہلو ہونے چاہئیں۔ ایک یہ کہ مشابہت بھی ہو اور دوسرے یہ کہ ان میں ایک تقسیم بھی ہو۔ یعنی تصویر کا ایک رخ یا ایک پہلو اگر ایک سورت میں آیا ہے تو اس کا دوسرا رخ اور دوسرا پہلو دوسری سورت میں آئے۔ جیسے قرآن مجید کی آخری دو سورتیں معوذتین ہیں۔ ان دونوں کا مضمون ایک ہی ہے تعوّذ کا ایک پہلو سورۃ الفلق میں آگیا ہے۔ یعنی ان وبالوں اور بلاؤں سے پناہ کے لئے اللہ سے دعا کرنا جو انسان پر خارج سے حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور تعوذ کا دوسرا رخ سورۃ الناس میں آگیا ہے یعنی ان وسوسوں اور بہکاووں سے پناہ کے لئے اللہ سے دعا کرنا جو شیطان اور اس کی صلبی و معنوی اولاد انسان کے دل و دماغ اور باطن میں پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح عائلی زندگی کے بھی دو پہلو ہیں یا تصویر کے دو رخ ہیں یا معاملات کے دو اجزاء ہیں ' جو سورہ طلاق اور سورہ تحریم میں سامنے آتے ہیں۔

اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ان سورتوں کا بنیادی اور مرکزی مضمون کیا ہے!۔ خاندان کے جذبات کا لحاظ رکھنا اور ایک دوسرے کے احساسات کا پاس کرنا بنیادی قدر ہے۔ جس گھر میں شوہر اور بیوی کے مابین یہ کیفیت نہیں ہے تو یوں سمجھئے کہ زبردستی اور مارے باندھے کا ایک رشتہ ہے جو قائم ہے۔ اس رشتہ میں جو چاشنی اور باہمی محبت والفت درکار ہے وہ موجود نہیں ہے تو ایسا گھر اس دنیا میں جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ الغرض عائلی زندگی میں دو رویئے ہیں جن میں انسان انتہا تک چلا جاتا ہے۔ ایک رویہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان عدم موافقت ہے۔ دونوں کے مزاجوں میں کوئی ایسا بعد ہے کہ باہم موافقت نہیں ہو پا رہی۔ اس کی انتہا طلاق ہے۔ یہ مضمون سورہ طلاق میں آتا ہے سورۃ تحریم اور سورہ طلاق میں مشابہت دیکھئے کہ دونوں کے آغاز میں براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے البتہ سورہ طلاق کے شروع میں طلاق کا ذکر ہے۔ مگر چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں طلاق کا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں لہٰذا شروع میں تو خطاب حضورؐ سے ہے لیکن فوراً بعد ہی اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ سے آخر آیت تک جمع کا صیغہ آگیا۔ یعنی دراصل یہ بات حضورؐ کو مخاطب کر کے آپؐ کی وساطت سے مسلمانوں سے کہی جا رہی ہے کہ اے مسلمانو! اگر تمہارے یہاں کوئی اس قسم کی صورت حال پیش آ جائے کہ طلاق ناگزیر ہو جائے تو یہ روش اختیار کرو ' یہ اس کے قواعد و ضوابط ہیں ' یہ اس کی شرائط و آداب ہیں۔

یہ بات تمدنی اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ بعض معاشروں اور بعض مذاہب نے طلاق کو عائلی زندگی سے خارج کر دیا ہے۔ جبکہ اسلام کا نظام بڑا متوازن اور معتدل ہے۔ اسلام کے عائلی نظام میں ایک طرف تو طلاق کو حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مبغوض چیز کہا گیا ہے اور ساتھ ہی بیوی کی ناپسندیدہ عادتوں سے صرف نظر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک حدیث شریف جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے

روایت کیا ہے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور انتباہ فرمایا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لَا یَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "کوئی مومن اپنی بیوی سے اس کی کسی ناپسندہ عادت کی وجہ سے نفرت نہیں کرتا بلکہ اُس کی دوسری اچھی عادتوں کی وجہ سے اُس سے راضی رہتا ہے۔

اس ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں انسان کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جانبین ایک دوسرے کی خوبیوں اور بھلائیوں پر نگاہ رکھیں تاکہ حتی الامکان کوشش ہو سکے کہ ان کے درمیان موافقت پیدا ہو جائے لیکن اگر کوشش کے باوجود کسی وجہ سے موافقت پیدا نہیں ہو رہی تو پھر اسلام ان دونوں کو زبردستی باندھ کر رکھنا نہیں چاہتا۔ اس زبردستی کے بندھن سے معاشرے میں خیر پیدا نہیں ہوتا شر پیدا ہوتا ہے لہٰذا طلاق کا راستہ کھول دیا گیا ہے البتہ اس کے جو ضوابط و قواعد اور آداب و شرائط ہیں انہیں بھی قرآن میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ان آداب و شرائط کو ہمارے معاشرے میں عام طور پر ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور کوئی شوہر غصہ میں آکر ایک ہی وقت میں آخری قدم اٹھا بیٹھتا ہے اور ایک دفعہ ہی تین طلاقیں دے بیٹھتا ہے اور بعد میں پچھتاتا ہے۔

دوسری طرف عائلی زندگی میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کی دلجوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کا معاملہ حد اعتدال سے بڑھ جائے۔ شوہر اپنی بیوی کی رضاجوئی میں اس حد تک چلا جائے کہ شریعت کے احکام ٹوٹنے لگیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو خوش اور راضی کرنے کے لئے یا اس کی کوئی فرمائش پوری کرنے کے لئے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی چیز کو حلال ٹھہرا لے۔ ظاہر بات ہے کہ اس بات کا تو سرے سے کوئی امکان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں تھا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ البتہ حضورؐ کی حیاتؐ طیبہ میں ایک واقعہ ایسا پیش آ گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہراتؓ کی دلجوئی ملحوظ رکھی۔ اگرچہ یہ اپنی جگہ پسندیدہ اور مطلوب ہے حضورؐ نے اسکی ترغیب دی۔ رسالت مآب کا ارشاد ہے کہ خیر کم خیر کم لا ھلی و انا خیر کم لا ھلی "تم سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہترین طرز عمل اختیار کرنے والے ہیں اور جان لو کہ میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لئے بہترین روش اختیار کرنے والا ہوں" اگرچہ یہ ایک پسندیدہ طرز عمل ہے مگر جیسے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملہ میں ہو چکا تھا کہ انہوں نے اونٹ کے گوشت کا استعمال ترک کر دیا تھا اور یہ ان کے ذاتی ذوق کا معاملہ تھا۔ لیکن یہود نے یہ سمجھ لیا کہ اونٹ کا گوشت حرام ہے گویا ایک نبی کے ذاتی ذوق کے معاملہ کو شریعت کا جزو بنا لیا گیا اور اونٹ کے گوشت کی حرمت بنی اسرائیل کی شریعت میں مستقل ہو گئی۔

میں نے جس خاص واقعہ کا حوالہ دیا ہے اس واقعہ کا احادیث میں تفصیل سے بیان ہے۔ یہاں اس واقعہ کی طرف

محض اشارہ ہے۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپؐ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے سب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں تشریف لے جاتے۔ ازواج مطہراتؓ کو آپؐ کے ساتھ جو محبت اور جو تعلق خاطر تھا اس کے پیش نظر ہر زوجہ محترمہؓ کی یہی تمنا اور کوشش ہوتی تھی کہ حضورؐ کی توجہات کا مرکز بنے اور زیادہ سے زیادہ وقت اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت صحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں کامل عدل سے کام لیتے تھے اور ہر زوجہ محترمہؓ کے یہاں مساوی وقت دیتے تھے۔ ایک روز حضورؐ کو حضرت زینب بنت جحش کے یہاں معمول سے زیادہ دیر لگی۔ ہوا یہ کہ انؓ کے یہاں کہیں سے ھدیۃً شہد آیا ہوا تھا اور حضورؐ کو چونکہ شہد بہت مرغوب تھا اس لئے ام المومنین حضرت زینبؓ نے آپؐ کو شہد پیش کیا جس کے نوش فرمانے کے باعث آپؐ انؓ کے یہاں زیادہ دیر تک ٹھہرے۔ پھر کئی روز تک یہی معمول ہوا۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مل کر تدبیر کی کہ آپؐ حضرت زینبؓ کے یہاں شہد پینا چھوڑ دیں تاکہ آپؐ انؓ کے ہاں معمول سے زیادہ وقت نہ دے سکیں۔ وہ شہد خاص قسم کے پھولوں مغافیر کا تھا جس میں کچھ بساند اولہ کھینک ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ شہد کے استعمال کے بعد جب انؓ کے حجرے میں تشریف لے جاتے تو وہؓ حضورؐ سے کہتیں کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بساند آتی ہے انؓ دونوں نے چند دیگر ازواج مطہرات کو بھی اس میں شریک کر لیا آپؐ چونکہ خود بھی نہایت نفاست پسند تھے اور جب آپؐ کی متعدد ازواج مطہرات نے یہ بات کہی تو آپؐ نے عہد کر لیا اور قسم کھائی کہ آئندہ آپؐ یہ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے

چونکہ ہمارے دین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام حاصل ہے کہ اگر آپ سے کوئی معمولی بات بھی ظہور میں آجائے تو وہ قانون کی حیثیت سے اختیار کر جاتی ہے۔ اب آپؐ نے چونکہ اپنی ازواج مطہرات کی خوشنودی کے لئے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ایک شے اپنے اوپر حرام کی تھی اس لئے یہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ امت اس شے کو ہمیشہ کے لئے حرام یا کم از کم حد درجہ مکروہ سمجھنے لگے یا امت کے لوگ یہ خیال کرنے لگیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لینے کی دین میں اجازت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ مبارکہ نازل فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام پر ٹوک دیا۔

اس ٹوکنے سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرنے کے مطلق اور قطعی اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ نبی بھی اگر کسی شے کو حلال یا حرام قرار دیتا ہے تو صرف اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا اشارہ ہو۔ خواہ وہ اشارہ قرآن مجید میں ہوا ہو چاہے وہ اشارہ وحی خفی کے طور پر کیا گیا ہو۔

اس سورہ مبارکہ پر تدبّر کرنے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جب ایک ذرا سی بات پر حضورؐ کو نہ صرف ٹوک دیا گیا اور نہ صرف اس کی اصلاح کی گئی بلکہ اس کا ایک سورۃ میں ذکر کر کے اس کو ابدالاباد تک کے لئے قرآن مجید میں محفوظ کر دیا گیا تو اس سے قطعی طور پر یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اعمال 'افعال احکام اور ہدایات پر قرآن مجید میں کوئی گرفت یا اصلاح موجود نہیں ہے وہ سراسر حق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی منشاو مرضی کے مطابق ہیں

ان کا اتباع ہم پر لازم ہے۔ اس بات سے سنت کی حجیّت وفرضیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

ان تمہیدی باتوں کے بعد اب آیئے ان ابتدائی دو آیات کی طرف 'فرمایا۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ۔ "اے نبی' آپ اس چیز کو کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے"۔ انداز استفہامیہ لیکن مقصود حضور کو ٹوکنا اور متنبہ کرنا ہے۔ تبتغی مرضات ازواجک کیا آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں!"۔ آیت کے اس حصہ سے معلوم ہوا کہ حضور نے تحریم کا یہ فعل اپنی ذاتی پسند ناپسند کی بنا پر نہیں کیا تھا بلکہ بیویوں کی خوشنودی کی وجہ سے کیا تھا جنہوں نے یہ صرف اس لئے چاہا تھا کہ آپ شہد پینے کی خاطر حضرت زینبؓ کے یہاں زیادہ قیام نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سبب کو یہاں بیان فرما کر ازواج مطہراتؓ کو متنبہ فرمادیا کہ وہ نبی کی ازواج ہونے کی نازک ذمہ داریوں کا لحاظ رکھیں۔ آگے فرمایا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ "اور اللہ معاف کرنے والا' رحم کرنے والا ہے"

آیت کے اس حصہ میں حضور کو تسلّی دی جارہی ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر ایک حلال چیز کو حرام قرار دینے کا جو کام کیا ہے وہ کوئی گناہ نہ تھا لیکن آپ کے منصب کی اہم ترین ذمہ داریوں کے اعتبار سے مناسب نہ تھا لہٰذا اللہ نے صرف ٹوک کر اصلاح کی طرف متوجہ کرنے پر اکتفا فرمایا......اس مقام پر ٹھہر کر ذرا اس بات پر غور فرمایئے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج کی خوشنودی کی خاطر ایک حلال چیز کو اپنے لئے حرام قرار دینے پر اس شدومد کے ساتھ ٹوک دیا گیا ہے تو ان لوگوں کا آخرت میں کتنا سخت اور شدید مواخذہ ہوگا جو اپنی بیویوں کو خوش رکھنے کے لئے حرام کو حلال کر لیتے ہیں اور پھر اس کا مسلسل و مستقل ارتکاب کرتے رہتے ہیں

اب آیئے دوسری آیت کی طرف 'فرمایا———— "اللہ ایسی قسموں کو کھولنے کا ایک راستہ مقرر کر چکا ہے"۔ اس میں سورہ مائدہ کی آیت ۸۹ کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی قسم کھالی ہے اور اب اس کو کھولنا ہے تو اس کے لئے کفارہ مقرر ہے۔ اور وہ یہ کہ دس مساکین کو کھانا کھلائے۔ وہ کھانا ایسا ہو جو انسان اپنے اہل و عیال کو کھلاتا ہے'۔ یا دس مساکین کو لباس مہیا کرے۔ یا کسی ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرائے۔ اور اگر کسی کو ان میں سے کسی کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس کا بدل یہ مقرر کیا گیا کہ ایسا شخص تین دن کے روزے رکھے۔ یہاں فرمایا جارہا ہے کہ قسم کو کھولنے اور عہد کی پابندی سے نکلنے کا اللہ تعالیٰ طریقہ معین فرماچکا ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی ایسی صورت پیش آجائے تو کفارہ ادا کر کے قسم کھول دو۔ آگے فرمایا۔ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ "اور یہ بات جان لیجئے کہ آپ کا اور سب مسلمانوں کا مددگار' حامی اور پشت پناہ صرف اللہ ہی ہے"۔ لہٰذا اسی کی رضا اور خوشنودی کو ہمیشہ مقدم رکھنا چاہئے۔ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ "اور وہی ہے سب کچھ جاننے والا' کمال حکمت والا"۔ یعنی وہ جو بھی حکم دیتا ہے اپنے علم کامل کی بنیاد پر دیتا ہے اور اس کی حکمت بالغہ اس حکم میں شامل ہوتی ہے۔

سورہ تحریم کی ابتدائی دو آیات میں ہمارے سامنے خاندانی وعائلی زندگی کے بارے میں ایک بڑی بنیادی بات آگئی کہ بیویوں کی رضاجوئی اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا' ان کے ساتھ نرمی' محبت' مودت' الفت اور ان کے جذبات کا پاس اور لحاظ رکھنا یہ تمام چیزیں اصلاً مطلوب ہیں' پسندیدہ ہیں۔ لیکن ایک خاص حد تک۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ جذبہ حد اعتدال سے تجاوز کر جائے اور شریعت کے احکام ٹوٹنے شروع ہو جائیں۔ لہٰذا ایک بندہ مومن کو ہمیشہ اور ہر وقت اعتدال کی روش اختیار کرنی چاہئے اور اس معاملہ میں ہوشیار اور چوکس رہنا چاہئے۔ اب آج جو

کچھ عرض کیا گیا ہے اس سلسلہ میں کوئی سوال ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال و جواب

سوال۔ ڈاکٹر صاحب! عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ والدین کے گھر سے لے کر شوہروں کے گھروں تک عورتوں کے حقوق ادا نہیں کئے جاتے۔ اس صورت حال کو کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

جواب۔ بہت مناسب سوال ہے اور صحیح مشاہدہ پر مبنی ہے۔ ہمارے معاشرے میں واقعتاً عورت بہت مظلوم ہے۔ اس کو ہمارے دین نے جو قانونی تشخص عطا کیا ہے اور اسے جو حقوق دیئے ہیں۔ اکثر و بیشتر ہم اس معاملے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اب صورت حال کی اصلاح کے لئے اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا اپنا قلبی' ذہنی اور عملی تعلق دین کے ساتھ مضبوط ہو۔ ہمارا اللہ پر' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حقیقی ایمان ہو اور ہم اس بات پر کامل یقین رکھتے ہوں کہ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے بتایا ہے وہی صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا ہم پر واجب ہے' فرض ہے۔ اگر نہیں کریں گے تو ہمارا آخرت میں کڑا محاسبہ ہو گا۔ اگر دل میں یہ یقین موجود ہے اور ذہن میں بھی یہ انشراح اور اطمینان موجود ہے کہ جو نظام زندگی اپنی تمام جزئیات کے ساتھ ہمیں اللہ کی طرف سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ملا ہے وہی مبنی بر حق اور مبنی بر عدل نظام ہے۔ اسی میں ہمارے لئے خیر ہے' بھلائی ہے اور اسی میں ہمارے لئے برکات ہیں۔ جب فکر و نظر اور قلب و ذہن میں یہ باتیں راسخ ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے جس جس کے حقوق و فرائض کا تعین فرما دیا ہے ان کو ہر شخص اپنے آپ ادا کرنے کی فکر کرے گا اور پھر ہر ایک کے ان حقوق کو ادا کرنے کے لئے دل سے آمادہ رہے گا اور اپنے ان حقوق پر قانع رہے گا جو شریعت اسلامی نے معین کر رکھے ہیں۔

آج ہم نے خاندانی زندگی میں افراط و تفریط کی جو دو انتہائیں پیدا ہو سکتی ہیں ان کو کچھ سورہ طلاق کے حوالے اور کچھ سورہ تحریم کی ابتدائی دو آیات کے حوالے سے سمجھا۔ اصل چیز توازن اور اعتدال ہے۔ اگر خاندانی زندگی میں توازن و اعتدال نہ ہو تو اس میں کجی پیدا ہو جائے گی۔ عدم توازن پیدا ہو جائے گا۔ پھر یہ ٹیڑھ اور عدم توازن پورے معاشرے کو متاثر کرے گا اور بگاڑ کا سبب بن جائے گا لہٰذا خاندانی نظام کے متعلق ہمارے دین کی جو بنیادی تعلیمات ہیں ہمیں ان کو اچھی طرح سمجھ کر اپنے اپنے گھروں میں اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

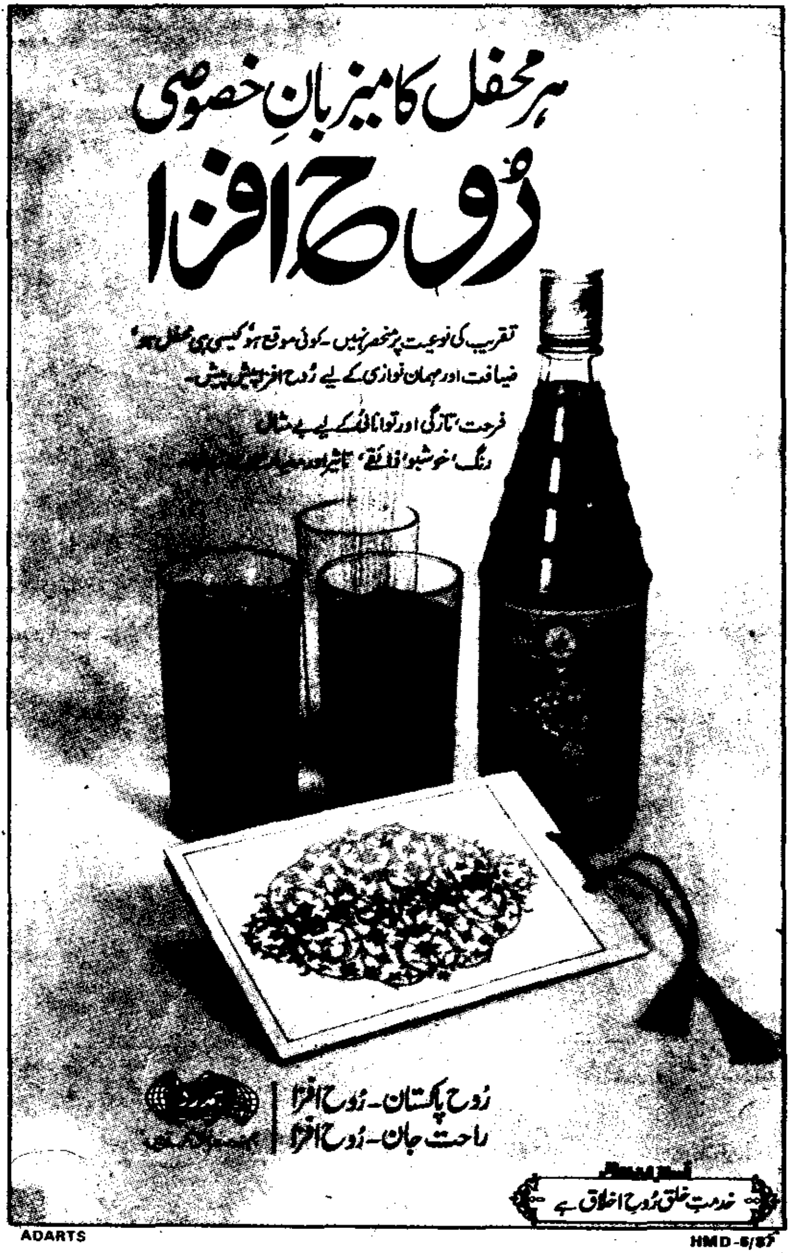

ADARTS
HMD-6/87

(دوسری قسط)

موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کا طریق کار

انقلابِ نبویؐ کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد کے خطباتِ جمعہ کا سلسلہ

ترتیب و تسوید: شیخ جمیل الرحمٰن

اقدام اور مسلح تصادم کا متبادل

آج کی متمدن دنیا میں باشندگان ملک کا یہ حق تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی رائے سے حکومت کو بدل سکتے ہیں ہر ملک کے آئین و دستور میں ایک واضح شق موجود ہوتی ہے۔ جس کے مطابق حکومت کی تبدیلی کے لئے ایک مقررہ مدت کے بعد ملک میں انتخابات ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل کرنے والی جماعت بر سر اقتدار آجاتی ہے اور عوام کا اعتماد کھونے والی جماعت اقتدار چھوڑ دیتی ہے۔ اور اگر عوام کی اکثریت کے نزدیک بر سر اقتدار حکومت ناقابل قبول ہو تو کسی سیاسی پارٹی کے زیر قیادت وہ انتخابی مدت سے قبل ملک میں از سر نو انتخابات کا مطالبہ کر سکتے ہیں اس مطالبہ کو حکومت وقت سے منوانے کے لئے وہ ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے کرتے ہیں ان مظاہروں کا مقصد اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اور حکومت کی برطرفی کا مطالبہ ہوتا ہے...... گویا عوام ان مظاہروں کے ذریعہ سے اپنی رائے اور اپنی طاقت کا اظہار کرتے ہیں احتجاجی مظاہروں کا یہ طریق کار جو عام طور پر ناپسندیدہ حکومت کی تبدیلی کے لئے استعمال ہوتا ہے ہم اسے اسلامی انقلاب کے لئے مسلح تصادم کے متبادل اقدام کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

تقریباً چھتیس سال سے یہ میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام انتخابات کے راستے سے کبھی نہیں آسکتا۔ انتخاب کا طریقہ یا نئے انتخابات کا مطالبہ حکومت بدلنے کے لئے تو کار آمد ہے۔ اس طریقے سے صرف ہاتھ بدلے جا سکتے ہیں، کوئی نئی پارٹی بر سر اقتدار آسکتی ہے۔ وہ پارٹی حکومت کے انتظامی ڈھانچہ میں مفید اصلاحات بھی کر سکتی ہے لیکن اس راستے سے نظام کی تبدیلی ناممکن ہے۔ نظام کی تبدیلی کا واحد راستہ صرف انقلاب ہے پاکستان میں توحید کی بنیاد و اساس پر کامل اسلامی نظام اگر قائم ہو سکتا ہے تو انقلابی طریق کار پر عمل کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ انتخابات

کا راستہ اس کام کے لئے غیر مفید ہی نہیں بلکہ مضر بھی ہے۔ چھتیس برس قبل جماعت اسلامی نے جو دراصل انقلابی طریق کار کے مطابق جدوجہد کرنے کے لئے بنائی گئی تھی' انتخابی راستے کو اختیار کر لیا تھا اس وقت میں نے کوشش کی کہ جماعت اس فیصلے پر نظر ثانی کرے اور انتخابات میں حصہ لینے کے طریقہ کو چھوڑ کر اپنے سابقہ طریقے کی طرف رجوع کرے...... میں نے جماعت میں رہتے ہوئے ایک مفصل بیان تحریر کر کے جماعت کے ارباب حل و عقد کے سامنے پیش کیا۔ لیکن میں جماعت کے ذمہ دار حضرات اور اس کی عظیم ترین اکثریت کو اپنے دلائل سے مطمئن نہ کر سکا۔ اس لئے مجھے اور میرے کچھ ہم خیال احباب کو بادل ناخواستہ جماعت سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی...... جماعت سے وابستگی کے دوران ہی میں بفضلہٖ تعالیٰ اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اسلام کی بنیاد ایمان پر ہے اور ایمان کا منبع و سرچشمہ قرآن مجید فرقان حمید ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک زبردست تحریک ایسی اٹھے جو ایک طرف جدید سوسائٹی کے اعلیٰ طبقات کے ذہین عناصر کے فکر و نظر میں ایسا انقلاب برپا کرے جو انہیں مادیت و الحاد کے اندھیروں سے نکال کر توحید خالص کی روشنی میں لے آئے' ان کے دلوں میں ایمان و یقین راسخ کرے اور ان کو خدا پرستی کی دولت سے مالا مال کرے...... دوسری طرف یہ تحریک عوامی سطح پر دروس قرآن کے ذریعہ سے عوام الناس میں ایمان کی شمع کو فروزاں کرے تاکہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام انجام پا سکے...... الحمد للہ میں جب اس نتیجہ تک پہنچا تو میں نے خالصتاً اللہ پر توکل کرتے ہوئے بیک وقت دونوں سطحوں پر کام کا آغاز کر دیا...... اس کام کی بدولت اللہ تعالیٰ مجھ پر غور و فکر کی نئی راہیں کھولتا رہا اور موجودہ دور میں اسلامی انقلاب کے طریق کار کے دھندلے سے خاکے ذہن و شعور میں ابھرتے رہے۔ اسی دوران مجھے سیرت مطہرہ کے بالاستعاب مطالعہ کا موقع ملا جس کے نتیجے میں نہ صرف میں نے فلسفۂ انقلاب کو سمجھا بلکہ اللہ کے فضل سے مجھے یہ رہنمائی اور یہ فیضان بھی ملا کہ سیرت مطہرہ میں اسلامی انقلاب کے آخری دو مراحل یعنی اقدام اور مسلّح تصادم کی تطبیق موجودہ دور میں کس طرح ہو گی۔ میرے نزدیک اب اسلامی انقلاب کا راستہ صرف یہ ہے کہ اگر ایک ایسی تنظیم وجود میں آئے جو پہلے چار مراحل —— دعوت' تنظیم' تربیت اور صبر محض سے گذر چکی ہو تو وہ رائج الوقت نظام اور اس کو چلانے والے انتظامی ادارے (یعنی حکومت) کے مقابلہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمر کس لے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر کھڑی ہو جائے صرف زبانی و کلامی بات کرنے کے بجائے علی الاعلان یہ کہے کہ اب فلاں فلاں منکر کام ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کام اب ہماری لاشوں پر ہو گا۔ پھر اس پر ڈٹ جائے اور ہر نوع کی مالی و جانی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کرے...... البتہ اس اقدام میں اس بات کا التزام و لحاظ ضروری ہو گا کہ انہی منکرات کو

چیلنج کیا جائے جو تمام مسالک کے ماننے والوں کے نزدیک مسلّم ہوں کسی مسئلہ میں اگر کسی کی شاذ رائے ہو کہ وہ منکر ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس پر تو تمام مسالک کے لوگوں کو جمع نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس پر کوئی تحریک ہی برپا کی جاسکتی ہے۔ ہدف اس کام کو بنانا ہو گا جو سب مسلمانوں کے نزدیک منکر ہو' جو سب کے نزدیک حرام ہو مثال کے طور پر بے حیائی' عریانی تبرج جاہلیہ' مرد و عورت کے مخلوط اجتماعات کے سارے طور طریقے عورت کی بطور اشتہار تشہیر اور یوم پاکستان اور یوم استقلال کے مواقع پر فوج کے ساتھ اللہ کے آخری نبی حضرت محمدؐ کی معنوی نوجوان بیٹیوں کی سڑکوں پر مردوں کے سامنے سینہ تان کر پریڈ...... یہ سب وہ خلاف شریعت امور ہیں جن کے منکر ہونے کے بارے میں تمام مذہبی مکاتب فکر کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

موجودہ حالات میں اقدام کی صورت

...... جس معاشرہ میں نبی اکرمؐ کی بعثت ہوئی تھی' وہ جملہ اعتبارات سے خالص کافرانہ و مشرکانہ معاشرہ تھا جبکہ اب ہمیں جس معاشرہ سے سابقہ درپیش ہے وہ قانوناً مسلمانوں کا معاشرہ ہے اور ہمارے حکمران بھی قانوناً مسلمان ہیں لہٰذا انقلاب محمدیؐ کے مراحل میں سے آخری مرحلے یعنی مسلح تصادم کے بارے میں ہمیں اجتہاد و استنباط سے کام لینا ہو گا اور اس مرحلہ کو اقدام کے مرحلہ سے جوڑنا ہو گا اس کی عملی صورت کے بارے میں میری پختہ رائے یہ ہے کہ موجودہ دور میں اسلامی انقلابی جماعت منکرات یعنی خلاف شریعت کاموں کے خلاف مظاہروں کے ذریعے اقدام کا آغاز کرے گی۔ تمدنی ارتقاء نے ان مظاہروں کی بہت سی صورتوں سے دنیا کو روشناس کرایا ہے جن میں پکٹنگ یعنی دھرنا مار کر بیٹھنا' احتجاجی طور پر حکومت کو یا عوام کو کسی کام سے روکنے کے لئے گھیراؤ وغیرہ کرنا بھی شامل ہے۔ بالفاظ دیگر پرامن ذرائع سے کاروبار حکومت اور شہری زندگی کے معمولات میں خلل ڈالنا مظاہرے کا مقصد ہے۔

اقدام کی لازمی شرائط

البتہ اس موقع پر ان شرائط کا اعادہ ضروری ہے جن کو اس اقدام یعنی مظاہروں اور دیگر احتجاجی طور طریقوں کو اختیار کرنے کی صورت میں ملحوظ رکھنا لازم ہے...... یعنی اپنی طرف سے ہاتھ بالکل نہیں اٹھانا ہے۔ کسی قسم کی توڑ پھوڑ نہیں کرنی ہے۔ میں بڑی تفصیل سے مکی دور کی مثالیں پیش کر چکا ہوں۔ قریباً بارہ تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں صبر محض (PASSIVE RESISTANCE) کا جو معاملہ رہا ہے کہ ہر قسم کے جور و ستم اور ظلم و تشدد کو صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین نے جس پامردی سے برداشت کیا ہے اپنی طرف سے جوابی کارروائی تو درکنار مدافعت تک نہیں کی۔ وہی طرز عمل اس اقدام یعنی مظاہروں ' گھیراؤ وغیرہ کے معاملہ میں اس انقلابی جماعت کو اختیار کرنا ہو گا۔ یہ نہیں کہ احتجاجی جلوس تو ہم نے نکالا تھا لیکن توڑ پھوڑ کوئی اور کر گیا..... یہ بات غلط ہے۔ اگر ایسی انقلابی جماعت کے اثرات اتنے نہیں ہیں کہ وہ عوام کو پرامن رکھ سکے اور نہ اس کے پاس ایسے کارکن ہیں جو عوام کو کنٹرول کر سکیں اور ہر نوع کی بدامنی کو قابو میں رکھ سکیں تو ایسی صورت میں مظاہروں کا اس تنظیم کو حق نہیں ہے۔ اس اقدام کا مرحلہ اسی وقت آئے گا کہ جب اس انقلابی جماعت کو اپنی امکانی حد تک یہ اندازہ اور معلومات حاصل ہوں کہ ہمارے اپنے زیر اثر اور ہمارے تربیت یافتہ لوگ اتنے ہیں کہ وہ پرامن طریق پر سڑکوں پر آ سکتے ہیں اور مظاہرے کر سکتے ہیں اور ان کی اخلاقی ساکھ اتنی مضبوط ہے کہ ان کے مظاہروں کے دوران بدامنی کا کوئی حادثہ نہیں ہو گا۔ ان کو اس بات کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ وہ شرپسندوں کا ایک ہجوم (MOB) بنا کر میدان میں آئیں۔ اور اگر چند شرپسند لوگ بدامنی پر اتر ہی آئیں تو ان کی تنظیمی طاقت اتنی مضبوط ہو کہ ان اشرار کی گردنیں وہ دبوچیں اس کے بجائے کہ حکومت کی انتظامیہ کو ان کی گردنیں دبوچنے کی ضرورت پیش آئے ' وہ خود ان پر قابو پا کر انہیں حکومت کے حوالے کریں کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ یہ تخریب کار عناصر ہیں جو اس پرامن اور عدم تشدد کی اسلامی تحریک کو سبوتاژ اور درہم برہم کرنے کے لئے آ گئے ہیں..... اس انقلابی تنظیم کے تربیت یافتہ جلوس نہ بسوں کو چلائیں گے نہ نیون سائنوں اور ٹریفک سگنلوں کو توڑیں گے نہ ہی وہ کسی نجی یا سرکاری املاک کو نقصان پہنچائیں گے..... ان جلوسوں اور مظاہروں کا مطالبہ یہ ہو گا کہ فلاں فلاں کام شریعت کی رو سے منکر ہیں ' حرام ہیں ' ہم ان کو کسی حال میں نہیں ہونے دیں گے۔ حکومت گرفتار کرے تو مظاہرین کوئی مزاحمت نہیں کریں گے۔ لاٹھی چارج کریں تو اسے جھیلیں گے۔ آنسو گیس کے شیل برسائے تو برداشت کریں گے۔ حتیٰ کہ گولیاں برسائے تو خوشی خوشی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کریں گے۔ لیکن نہ پیچھے ہٹیں گے اور نہ اپنے موقف کو چھوڑیں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

..... میں جب انقلابی طریق کار کی بات کرتا ہوں تو بعض حضرات کو یہ غلط فہمی لاحق ہو جاتی ہے کہ میں حکومت وقت کے خلاف بغاوت اور مسلح تصادم کی بات کرتا ہوں بعض حضرات دانستہ یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں حالانکہ میں اپنی متعدد تقریروں میں یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ انقلابی طریق کار کا مطلب لازماً یہ نہیں ہے کہ مسلح بغاوت اور تصادم ہو..... موجودہ دور میں یہ بات قریباً خارج از بحث ہے چونکہ اولاً تو سابقہ ایک ایسے معاشرے اور ایک ایسی حکومت سے ہے جو قانوناً مسلمانوں پر مشتمل ہے ثانیاً یہ کہ حکومت کے پاس باقاعدہ تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے لیس

فوج موجود ہے جبکہ عوام الناس نہتے ہیں لہٰذا ان دونوں اعتبارات سے فی زمانہ مسلح تصادم اور بغاوت کے راستے ـــــ معدوم کے درجے میں آتے ہیں چنانچہ اب ہمیں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں وہ طریقہ اختیار کرنا ہوگا جس سے دور جدید کے تمدنی ارتقاء نے لوگوں کو واقف کرایا ہے۔

آج عوام عدم تشدد کے اصول پر پرامن اور منظم مظاہروں کے ذریعے اپنے عزم اور اپنی قوت کا اظہار کرتے ہیں اس کے لئے ہمیں قرآن وحدیث سے جو رہنمائی ملتی ہے اسے میں "جہاد عن المنکر بالید" سے تعبیر کرتا ہوں۔

قرآن سے رہنمائی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ اس قرآن حکیم کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے'...... یعنی ہر دور میں اس سے انسان کو ہدایت ملتی رہے گی۔ زندگی کے مختلف ادوار میں' جیسے جیسے انسانی ذہن اور تمدن کا ارتقاء ہو گا' یہ قرآن انسان کی انگلی پکڑ کر لے چلے گا اور ہر ہر مرحلہ پر یہ ہدایت دے گا...... مطالعہ قرآن کے دوران ایک مرتبہ اچانک میرا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ قرآن مجید میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اتنا زور کیوں دیا گیا ہے۔ ایک روز میں نے بیٹھ کر قرآن مجید کی ان آیات کی ایک فہرست مرتب کی جن میں اس پر انتہائی زور ہے۔ دعوت کا حکم اتنے زور شور کے ساتھ آپ کو قرآن مجید میں نہیں ملے گا۔ آپ کو ادع الی سبیل ربک بالحکمة...... الخ یا ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ والی آیات مل جائیں گی۔ تبلیغ کا قرآن مجید میں عام مسلمانوں کے لئے حکم ملے گا ہی نہیں۔ وہاں تو تبلیغ کا حکم آیا ہے صرف حضورؐ کے لئے یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ وہ تو نبی اکرمؐ نے اسے تمام اہل ایمان کے لئے عام کیا ہے کہ بلغوا عنی ولو آیة "پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک ہی آیت"۔ البتہ قرآن مجید میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر بہت سی آیات ہیں

اس کام کی خود اللہ کی طرف نسبت

سورة النحل کی وہ آیت جو آپ حضرات اکثر خطبات جمعہ کے آخر میں سنتے ہیں۔ اس میں اس کام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے کہ وہ خود یہ کام کرتا ہے ان اللّٰہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتای ذی القربی و ینھی عن الفحشاء و المنکر و البغی "اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔" (سورہ نحل۔ آیت۔ ۹)

یہاں پر معروف کے تین شعبے بیان ہوئے عدل' احسان اور صلہ رحمی یہ معروف کے تین شعبے ہیں۔ پھر فواحش کی' نامعقول کاموں کی اور سرکشی کی ممانعت بیان ہوئی۔ یہ منکرات کے تین شعبے ہوئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس کام کی اپنی طرف نسبت فرمارہا ہے کہ وہ خود معروف کا حکم دیتا اور بدی سے روکتا ہے۔

قرآن مجید کے دوسرے مقامات

اب آیئے دوسری آیات کی طرف...... حضرت لقمان کی نصیحتوں میں اس کا بڑے شدومد سے بیان آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی نصائح کا قرآن مجید میں ذکر فرما کر ان کو دوام عطا فرمادیا ہے۔ ان نصائح میں یہ بھی ہے

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

"اے میرے پیارے بچے' نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور بدی سے روک۔ اور اس کام کی انجام دہی میں جو بھی تکلیف و مصیبت آئے اسے جمیل' برداشت کر' صبر کر' اس لئے یہ کام بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے"۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں نبی اکرمؐ کی جہاں بہت سی شانیں بیان ہوئی ہیں وہاں یہ بھی ہے يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ خود حضورؐ کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر تنقیدیں

بنی اسرائیل پر ایک فرد قرارداد جرم تو وہ ہے جو سورہ بقرہ کے رکوع پانچ سے چل کر رکوع دس پر ختم ہوتی ہے۔ مزید بر آں مختلف مقامات پر ان پر جو تنقیدیں ہوئی ہیں ان میں بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق اس لئے بھی بنے کہ انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا...... ان آیات میں یہ بات نوٹ کیجئے گا کہ پورا زور نہی عن المنکر پر ہے۔ یعنی بدی کو نہ روکنا اور اس فریضہ کو ترک کر دینا زیادہ بڑا جرم ہے امر بالمعروف کو چھوڑ دینے کے مقابلہ میں..... اس لئے کہ منکرات ہی وہ شے ہے جس سے معاشرے میں گندگی پھیلتی ہے۔ جس سے معاشرہ میں فساد متعدی ہو جاتا ہے۔ اور پھیلتا چلا جاتا ہے اور ماحول اتنا خراب ہو جاتا ہے کہ اس میں امر بالمعروف بے اثر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ آیت ۶۳ میں فرمایا

لَو لَا یَنْھٰھُمُ الرَّبَّانِیُّونَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوا یَصْنَعُونَ ○

"کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش (صوفیا) اور علماء ان کو گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے۔ بہت ہی برے عمل ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔"

اسی سورہ کی آیت ۷۹ میں فرمایا۔

کَانُوا لَا یَتَنَاھَونَ عَنْ مُنْکَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوا یَفْعَلُونَ ○

"یہ احبان و احبار وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے یہاں منکر پر عمل ہو رہا تھا تو وہ اس سے منع نہیں کرتے تھے کیا ہی بری روش تھی جس پر وہ چل رہے تھے لہٰذا یہ بھی برابر کے مجرم ہیں اور پاداش میں بھی برابر کے شریک ہوں گے۔"

اصحاب سبت کا واقعہ

سورہ اعراف میں (آیت نمبر ۱۶۳ سے لے کر ۱۶۶ تک) یہود کے اس قبیلہ کا ذکر ہے جس کا پیشہ ماہی گیری تھا۔ سبت (ہفتہ) کا دن ان کے ہاں صرف اللہ کی عبادت کے لئے مختص تھا اور اس دن ان پر مچھلی کا شکار کرنا حرام تھا۔ ان لوگوں کو حکم عدولی اور نافرمانی کی عادت تھی لہٰذا اللہ کی طرف سے یہ آزمائش آئی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کنارے پر آکر سطح آب پر خوب اٹھکیلیاں کرتی تھیں اور باقی دنوں میں غائب رہتی تھیں۔ ان لوگوں سے صبر نہ ہو سکا۔ صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلے کرنے لگے۔ ہفتہ سے ایک دن پہلے (جمعہ کے دن) کناروں پر دریا کا پانی کاٹ کر حوض بنا لیتے اور جب مچھلیاں ہفتہ کے دن ان کے بنائے ہوئے حوضوں میں آجاتیں تو نکاسی کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن اتوار کو جا کر پکڑ لاتے۔ تاکہ اس حیلہ کی بنا پر ہفتہ کو شکار کرنے کا الزام ان پر نہ آئے۔ اس حیلہ سازی اور مکاری کے ضمن میں اس قبیلہ کے لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک تو یہی حیلہ ساز لوگ تھے جو دھڑلے کے ساتھ اس گناہ میں ملوث تھے۔ دوسرے لوگ وہ تھے جو اگرچہ اس حیلہ سازی اور نافرمانی میں شریک نہیں تھے لیکن ان کو اس سے روکتے بھی نہیں تھے۔ تیسرے وہ لوگ تھے جو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑنے سے اور اس حیلہ سازی سے منع کرتے تھے۔ یعنی نہی عن المنکر کا فریضہ مسلسل ادا کرتے رہتے تھے۔ اور درمیانی قسم کے لوگ اس موخرالذکر گروہ سے کہتے کہ تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو عذاب دے تو وہ جواب میں کہتے۔ قالوا معذرۃ الیٰ ربکم و لعلھم یتقون ...... "وہ کہتے کہ (ہم اس لئے نصیحت کرتے ہیں کہ) تمہارے رب کے حضور میں معذرت پیش کر سکیں اور اس لئے بھی کہ شاید وہ لوگ تقویٰ کی روش پر آجائیں' نافرمانی اور سرکشی سے باز آجائیں" ...... ان تینوں گروہوں کا ذکر

کر کے فرمایا کہ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْءِ۔ "ہم نے عذاب سے بچایا ان کو جو روکتے تھے اس برے کام سے" ...... یعنی در حقیقت وہ لوگ نجات کے مستحق بنتے ہیں جو لوگوں کو بدی سے روکنے کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ بدی سے صرف خود رکے رہنا نجات کے لئے کفایت نہیں کرے گا۔ جو لوگوں کو بدی سے روکتے نہیں ہیں وہ بھی ان لوگوں کے مانند گردانے جاتے ہیں جو بدی میں ملوث ہیں۔ چونکہ گندم کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ اس لئے جو روکتے نہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ برابر کے مجرم ہیں جو بدی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اصل میں بچنے والے وہ ہیں جو بدی سے روکنے والے ہیں۔ اس بات کو نبی اکرمؐ نے ایک انتہائی بلیغ تمثیل سے سمجھایا ہے۔ کہ "ایک جہاز میں کچھ لوگ عرشہ پر سوار ہیں، کچھ لوگ نیچے ہیں یعنی نچلی منزل میں ہیں۔ پانی عرشہ پر اسٹور کیا گیا ہے۔ نیچے والوں کو جب پانی لینا ہوتا ہے تب وہ اوپر آتے ہیں۔ اب جو لوگ عرشہ پر مقیم ہیں ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ پانی برتنوں سے چھلک بھی جاتا ہو گا۔ عرشہ والے ان لوگوں کے اوپر آنے جانے پر ناک بھوں چڑھاتے ہوں گے...... نیچے والوں نے سوچا کہ اوپر سے پانی لانے کے کام کو چھوڑو ہم ان کو کیوں ناراض کریں۔ ہم تو نیچے جہاز کے پیندے میں سوراخ کر لیتے ہیں، یہیں سے پانی لے لیا کریں گے، اب اگر اوپر والے ان نیچے والوں کا ہاتھ نہیں پکڑ لیتے تو جہاز ڈوبے گا اور صرف نیچے والے ہی نہیں ڈوبیں گے بلکہ اوپر والے بھی ڈوبیں گے"۔ گویا جو لوگ غلط کام اور بدی سے روکتے نہیں ہیں انجام کار کے اعتبار سے وہ ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں جو بدی میں خود ملوث ہیں...... اس مثال سے بھی واضح ہوا کہ امر بالمعروف کے ساتھ اصل میں نہی عن المنکر ہی وہ شے ہے جو انسان کو نجات کا حق دار بناتی ہے۔

اُمت مسلمہ کیلئے احکام و ہدایات

اب آیئے قرآن مجید میں دیکھیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ضمن میں امت مسلمہ کو کیا ہدایات اور احکام ملے ہیں! سورہ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ	"تم وہ بہترین امت ہو جسے ہم نے نکالا ہے پوری نوع انسانی کیلئے۔ بین الاقوامی سطح پر تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو اور تم اللہ پر اپنا ایمان پختہ رکھو۔"

بحیثیت امت یہ ہی تمہاری اجتماعی ڈیوٹی ہے۔ دوسری آیت وہ ہے کہ جس میں اس صورت حال

کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ جب امت خود مریض ہو گئی ہو۔ جب خود اسے اصلاح کی ضرورت ہو تو ایسی صورت حال میں کیا کیا جائے۔!! اس کا حل سورہ ال عمران کی آیت نمبر ۱۰۴ میں پیش کیا گیا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○	"اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کاموں کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہنچے اپنی مراد کو" (ترجمہ از شیخ الہند)

اس آیت مبارکہ سے ہمیں یہ رہنمائی ملی کہ کچھ لوگ تو ایسے ہوں جو جاگیں، ہوش میں آ جائیں۔ وہ مل جل کر ایک امت بنیں۔ یا امت کے اندر ایک امت بنائیں، جماعت کے اندر جماعت کی شکل اختیار کریں۔ ......بڑی پارٹی تو وہی ہے یعنی امت مسلمہ۔ چاہے اس کی عظیم ترین اکثریت بے عمل یا فاسق و فاجر ہو۔ جو بھی کلمہ گو ہے وہ قانوناً امت محمدؐ میں شامل ہے۔ لیکن یہاں ہدایت اور رہنمائی کی جارہی ہے کہ اس بڑی امت میں سے ایک چھوٹی امت تشکیل پائے جو ان لوگوں پر مشتمل ہو جو خود حق پر چلیں اور معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لئے حق کی دعوت دیں۔
اس آیت کے آخری حصے میں تاکید کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ کامیابی صرف ان لوگوں کے لئے ہے اور فلاح صرف وہی لوگ پائیں گے جو اس سہ نکاتی پروگرام یعنی دعوت الی الخیر۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر پر عمل کے فرض کی انجام دہی میں تن، من دھن کی بازی لگا دیں گے۔ اگر ہر شخص کلمہ گو ہونے کے ناطے فلاح کا امیدوار بنا بیٹھا ہے تو اس کی قرآن مجید میں بہرحال ضمانت موجود نہیں ہے۔ یہ ضمانت صرف ان کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے کمر کس لیں اور تکلیفیں جھیلنے کے لئے تیار ہوں......یہاں فلاح اور کامیابی سے دنیوی و آخروی فلاح و کامیابی دونوں مراد لینے کا قرینہ بھی موجود ہے۔

سُورۃ توبہ کی آیات سے استدلال

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۲ اس سلسلے کی بڑی عظیم، اور بڑی دلکش آیت ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ظاہری و باطنی اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو ایک بندۂ مومن کی سیرت و کردار میں درکار ہیں۔ ان میں تین تین اوصاف کے تین سیٹ (SETS) ہیں ایک طرف ان چھ اوصاف کا بیان ہے جو ایک مومن صادق کی زندگی میں انفرادی سطح پر مطلوب ہیں۔ دوسری طرف ایک مسلم معاشرہ کا فرد

ہونے کے اعتبار سے ایک بندہ مومن پر جو اجتماعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی ادائیگی کے لئے جو اوصاف چاہئیں وہ بیان ہو گئے۔ وہ بھی تین ہی بیان ہوئے۔ ایک آیت میں نو اوصاف جمع کر دیئے گئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ

" (یہ مومنین جنہوں نے جنت کے عوض اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے ہاتھ بیچ دیا ہے) اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے ہیں عبادت گذار ہیں اس کا شکر ادا کرنے والے، اس کی ثنا کرنے والے ہیں اس (کے دین) کی خاطر زمین میں گردش کرنیوالے ہیں، اس کے حضور میں رکوع کرنے والے ہیں۔ سجدہ کرنے والے ہیں۔ "

یہ چھ اوصاف وہ ہیں جو انفرادی ہیں ایک بندہ مومن کے اپنے لئے۔ یہ گویا تربیت و تزکیہ کے مراحل ہیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جنہیں میں علامہ اقبال کے اس مصرع کے حوالے سے بیان کرتا ہوں کہ

ع.....بانشۂ درویشی در ساز و دمادم زن

یہ نشہ درویشی کیا ہے اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ ...... یہ چھ اوصاف اگر حاصل ہو گئے تو علامہ اقبال کے بقول اب تم پختہ ہو گئے۔ اب کیا کرنا ہے!!

ع.....چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

اور اس آیت مبارکہ کی رو سے اگلا قدم کیا ہو گا! وہ ہو گا

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

"نیکی کا حکم دینے والے ہیں۔ بدی سے روکنے والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پس (اے نبیؐ ان) مومنین کو بشارت سنا دیجئے۔ "

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ڈٹ کر کھڑے ہو جانے والے کہ اللہ کی حدود کو توڑنے نہیں دیں گے۔ منکرات کو ہم کسی طور پر برداشت نہیں کریں گے۔ ان تین آخری اوصاف میں کلید ہے اس مسئلہ کی کہ ایک مسلمان حکومت میں اسلامی نظام کے قیام اور نفاذ کے لئے جو انقلابی جماعت میدان میں آئے گی وہ اسی بنیاد پر آئے گی کہ صرف امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تحفظ حدود اللہ کے لئے پر امن اور عدم تشدد پر مبنی مظاہرے کرے گی، گھیراؤ کرے گی۔ دھرنا مار کر بیٹھے گی اور ترک موالات کے تمام طور طریقے اختیار کرے گی۔

اہلِ نفاق اور اہلِ ایمان کی روش کا تقابل

اسی سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۷ اور آیت نمبر ۷۱ میں اہل نفاق اور اہل ایمان کی روش اور طرز عمل کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ منافقین کے رویہ کے متعلق فرمایا۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (الخ)

"منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہی ہیں، سب کی ایک ہی روش ہے۔ یہ معاشرہ میں بری باتوں اور برے کاموں کو ترویج دیتے ہیں ان کی ترغیب دیتے ہیں اور خیر اور نیکی کے کاموں کے فروغ کو روکتے ہیں"

آگے آیت نمبر ۷۱ میں اہل ایمان کے طرز عمل کے لئے فرمایا کہ

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ......

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار ہوتے ہیں بھلے اور نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔"

اب ذرا اس بات پر غور کیجئے اس وقت تمام مسلم معاشروں میں جو لوگ مسند اقتدار پر براجمان ہیں اور جن کے قبضے میں ملک کا نظام تعلیم ذرائع اعلام وابلاغ اور مملکت کے سارے وسائل ہیں وہ کن خصوصیات کے حامل ہیں۔ وہ فحاشی کے علمبردار ہیں، بے پردگی اور بے حیائی کے مبلغ ہیں۔ ہر نوع کی اباحیت کو ماننے والے اور اس کے پرچارک ہیں۔ یہی طبقہ ہے جو شریعت کی حدود اور پابندیوں کو توڑنے پھوڑنے کے لئے نہایت منظم طور پر مسلم معاشروں میں مصروف عمل ہے۔ اجتماعی زندگی کے تمام شعبے ان کی ترک تازیوں کی جولان گاہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کون ہیں! قانوناً مسلمان...... لیکن سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۷ میں انہیں منافقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک مسلم معاشرہ کیلئے کھلے کافروں، منکروں اور غیر مسلموں سے کہیں زیادہ خطرناک عنصر ان منافقین کا ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ آستین کے سانپ کا رول ادا کرتے ہیں۔

سورہ حج کی آیت نمبر ۴۱ میں تمکن فی الارض یعنی اللہ کی طرف سے حکومت ملنے کے بعد اہل ایمان کے بنیادی فرائض بیان فرمائے گئے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا

"وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں تمکن واقتدار عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ...... کرنے کانظام قائم کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے"

یہ آیت مبارکہ ایک اسلامی حکومت کے بنیادی واساسی فرائض کے تعین کے لئے نص قطعی کے مقام کی حامل آیت ہے۔

منکر ہی اصل فساد ہوتا ہے

نہی عن المنکر کے بارے میں سورہ ہود کی آیت نمبر۱۱۶ پر بھی غور کر لیجئے

"پھر کیوں نہ اُن قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچالیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیئے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ انکے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔"

اس آیت میں سابقہ رسولوں کی امتوں کا بیان ہے کہ جب رسولوں کی امتیں بگڑتی ہیں اور دین کی تعلیمات کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہیں تو ایسی امتوں کو ہلاک کیا جاتا ہے اور صرف ان تھوڑے سے لوگوں کو بچالیا جاتا ہے جو نہی عن الفساد کا فریضہ انجام دیتے رہتے تھے۔

اللہ کی طرف سے رہنمائی

میں نے قرآن حکیم کے مختلف مقامات سے جو متعدد آیات آپ کو سنائی ہیں اس سے یہ بات اظہر من الشمس کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" ہمارے دین کے اندر کس قدر اور کتنی عظیم اہمیت کی حامل شے ہے۔ ان آیات پر غور وفکر اور استحضار کے نتیجہ میں مجھے یہ رہنمائی ملی کہ جب امت محمدؐ میں دین کے احیاء اور دین کو بتمام و کمال قائم ونافذ کرنے کا مسئلہ آئے گا اور پورے فاسد واستحصالی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر توحید کی بنیادوں پر پورے نظام کو استوار کرنے کا مرحلہ آئے گا تو درحقیقت اقدام کا یہی راستہ ہو گا کہ ایک منظم اور تربیت یافتہ اسلامی انقلاب امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور تحفظ حدود اللہ کے لئے پرامن مظاہروں اور ان تمام طریقوں سے حکومت وقت کو مجبور کر دے کہ وہ معروفات کی ترویج کرے۔ منکرات کو روکے اور ان کا قلع قمع کرے اور حدود اللہ کو نافذ کرے۔ بغاوت کا کوئی راستہ نہیں۔ کسی حکومت کے خلاف

کھڑے ہو کر اعلان بغاوت کرنے اور قوم کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ حکومت کی طالب وہ انقلابی جماعت ہوگی نہیں۔ حقیقی اسلامی جماعت کبھی بھی اقتدار کی طالب بن کر میدان میں نہیں آتی۔ اس کا تو صرف یہ مطالبہ ہو گا کہ جب مسلمانوں کا معاشرہ ہے اور مسلمان ہی حکمران ہیں تو دین کو صحیح شکل میں قائم و نافذ کرو اور اس کے خلاف جو کچھ ہے اسے ختم کرو۔ نہیں کرتے تو پھر ہم میدان میں موجود ہیں۔ پھر ہمارے سینے حاضر ہیں' گولیاں چلاؤ۔ پھر ہمارے سر حاضر ہیں' لاٹھیاں برساؤ۔ پھر ہم حاضر ہیں کہ دار و رسن کے حربے ہم پر آزماؤ اس ابتلا اور امتحان میں ڈٹے رہنا ہے' پیچھے نہیں ہٹنا ہے' کھڑے رہنا ہے۔ یہ حکم کیا تھا کہ تمہیں دہکتے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہو تو لیٹ جاؤ'۔ مکہ کی گرم اور سنگلاخ زمین پر تمہیں جانور کی طرح گلے میں رسی ڈال کر پیٹھ بل گھسیٹا جا رہا ہو تو اف نہ کرو۔ ہاتھ مت اٹھاؤ۔ تمہیں جوابی کارروائی کی اجازت نہیں ہے......
یہی میرے نزدیک موجودہ دور میں اسلامی انقلاب کا صحیح راستہ ہے۔ اسی کو میں "صبر محض" اور "پر تحمل مزاحمت" سے تعبیر کرتا ہوں۔

احادیث شریفہ اور فریضۂ نہی عن المنکر

قرآن کی طرح احادیث رسولؐ میں بھی اس مسئلے پر رہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔ صحیح مسلم کی دو حدیثیں پیش خدمت ہیں۔ ان پر جب آپ غور کریں گے تو آپ پر منکشف ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کامل رہنمائی دے گئے ہیں ہمیں اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے کے لئے نہیں چھوڑ گئے...... مکان و زمان کے فرق کو ملحوظ رکھ کر حضورؐ کے ان ارشادات سے مختلف مراحل کے لئے ہدایت و رہنمائی مستنبط اور اخذ کی جا سکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہماری نیتیں خراب ہوں' عافیت مطلوب ہو' صرف کھانا کمانا پیش نظر ہو' بچوں کی پرورش اور ان کو اعلیٰ تعلیم دلانا ہی زندگی کا مقصود بن گیا ہو تو یہ ہماری محرومی ہے...... لیکن اگر وفاداری ہے اللہ کے ساتھ۔ اگر وفاداری ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسے علامہ اقبال مرحوم نے کہا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی وفاداری اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے ارادہ پیدا ہو جائے تو جمود و تعطل توڑ کر میدان میں آنا پڑے گا۔

پہلی حدیث کے راوی ہیں حضرت ابو سعید الخدری ؓ اس روایت میں اختصار و ایجاز ہے۔ وہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَن رأی منکم منکراً فلیُغیّرہ بیدہٖ و ان لّم یستطع فبلسانہٖ و ان لّم یستطع فبقلبہٖ و ذٰلک اضعف الایمان

"جو کوئی تم میں سے برائی کو دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ یعنی طاقت سے بدل دے۔ اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اسے برا کہے اور اسے بدلنے کی کوشش کرے۔ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے دل سے برا جانے اس پر دلی کرب محسوس کرے۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے......"

اسی حدیث کی دوسری روایت کے آخری ٹکڑے میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

وَ لیسَ وَ رَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الاِیمان حَبَّۃ خردلٍ

" ان تین حالتوں میں سے اگر کوئی بھی نہیں ہے تو ایسا شخص جان لے کہ اس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان موجود نہیں ہے۔ "

یہ آخری ٹکڑا آپ کو دوسری حدیث میں بھی ملے گا جس کی توضیح و تشریح میں آگے کروں گا۔

اب خاص طور پر دیکھئے کہ اس حدیث میں امر بالمعروف کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ حکم ہی نہیں دیا گیا...... وہ حکم اپنی جگہ قرآن مجید میں ہے' اس کی نفی مقصود نہیں ہے۔ البتہ اس حدیث میں سارا ذکر نہی عن المنکر کا ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا اسلوب دیکھئے فرمایا کہ...... من رای منکم منکر اً فلیغیّرہ بیدہ جو شخص بھی تم میں سے منکر کو دیکھے اس پر لازم ہے' واجب ہے' فرض ہے کہ اسے ہاتھ سے روکے' اسے طاقت سے روکے' یہاں " یغیر' کے فعل امر کے ساتھ کلمہ فا اور کلمہ لام آیا ہے۔ یہاں لام' لام امر ہے' جو وجوب' تاکید اور لزوم کے لئے آتا ہے۔ پھر اس سے قبل کلمہ 'فا' سے اس میں مزید زور پیدا ہو گیا...... آگے بھی اس فلیغیرہ کا عمل جاری رہے گا۔ فرمایا و ان لم یستطع فبلسانہ اگر طاقت سے روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے۔ کہے تو سہی کہ اللہ کے بندو! باز آجاؤ' اس راستہ پر مت جاؤ۔ یہ حرام کا راستہ ہے' یہ اللہ کی نافرمانی کا راستہ ہے۔ یہ شیطان کا راستہ ہے' یہ طاغوت کا راستہ ہے۔ زبان سے کہے۔ و ان لم یستطع ۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا۔ اتنا بھی دم نہیں' اتنی بھی استطاعت نہیں ہے۔ یا زبانوں پر تالے ڈال دیئے گئے ہیں تو فبقلبہٖ ۔ دل میں بدی کے خلاف شدید نفرت تو رکھے۔ اس پر دل میں گھٹن تو رکھے...... " و ذٰلک اضعف الایمان " اور یہ یعنی دل سے برا جاننا' دل میں برائیوں پر کرب محسوس کرنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ عربی زبان میں اضعف 'SUPPERLATIVE DEGREE' ہے۔ اس سے آگے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر دل میں نفرت بھی نہ رہے تو ایمان ہی گیا۔ پھر وہی بات ہو گی جو علامہ اقبال نے کہی ہے کہ ۔

واۓ ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب یہ احساس بھی ختم ہو گیا تو جان لیجئے کہ دل والا حقیقی ایمان بھی رخصت ہوا۔

اس حدیث کے مفہوم کے ضمن میں البتہ ایک احتیاط پیش نظر رکھنی اشد ضروری ہے۔ لوگ عام طور پر غور نہیں کرتے۔ اس حدیث میں جو تین مدارج بیان کئے گئے ہیں وہ اس اعتبار سے نہیں ہیں کہ جو شخص نیچے کھڑا ہے وہ نیچے ہی کھڑا رہے۔ جو شخص درمیانی درجہ میں ہے وہ وہیں رہے۔ بلکہ ایسے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ مسلسل کوشش کرے کہ اگر آج طاقت حاصل نہیں ہے کہ منکر کو طاقت سے روک سکے تو طاقت حاصل کرے۔ وہ جو علامہ نے کہا ہے ۔

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

اگر آپ نہی عن المنکر اعلیٰ اور بلند ترین سطح پر کرنا چاہتے ہیں تو وہ طاقت کے ساتھ ہے۔ اگر طاقت نہیں ہے تو طاقت فراہم کیجئے۔ اس طاقت و قوت کو فراہم کرنے کی سعی و جہد کرنا بھی فرض کے درجہ میں ہو گا۔ لیکن اگر کوشش کے باوجود اتنی جمعیت فراہم نہیں ہو پا رہی کہ منکرات کے خلاف منظم اور پرامن طور پر طاقت کا مظاہرہ کیا جا سکے تو بہرحال اس وقت تک زبان سے منکر کو منکر کہنا اور اس کے خلاف زبان سے جہاد کرنا لازم ہے۔ اگر اس کا بھی امکان نہیں ہے تو دل سے نفرت کرنا لازم ہے۔ لیکن یہ نہیں ہونا چاہئے کہ انسان نچلی منزل پر قانع ہو کر بیٹھ جائے چونکہ یہ وہ نازک ترین مقام ہے کہ اگر ذرا سی بھی چوک ہو گئی اور کسی منکر کے خلاف دل میں نفرت' کراہیت اور کرب کے جذبات پیدا نہیں ہوئے تو ایمان کے لالے پڑ جائیں گے۔ یہ تو وہ آخری حد ہے کہ جس سے باہر قدم نکلتے ہی انسان ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایمان کی کمزور ترین حد کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس حد سے نکل جانے میں آنکھ جھپکنے سے زیادہ کا وقفہ درمیان میں نہیں آئے گا۔

لازمی تقاضہ

اس حدیث مبارکہ کے اسلوب پر غور و تدبر سے یہ لازمی تقاضا سامنے آتا ہے کہ منکر کو مٹانا اسے برا کہنا اور اسے برا سمجھ کر اس سے نفرت کرنا ہر مسلمان پر واجب اور فرض ہے۔ سب سے نچلے درجے پر ہرگز قانع نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ لازم ہے کہ وہ طاقت حاصل کرنے اور جمعیت فراہم کرنے کے لئے دل و جان سے کوشش کی جائے۔ لوگوں کو تیار کیا جائے کہ منکرات کو مٹانے اور بدلنے کے لئے اپنی جانیں تک دینے کے لئے آمادہ ہوں۔ جب تک طاقت حاصل نہ ہو زبان سے بھی منکر کو

منکر کہنے کا عمل جاری رہے۔ صاحبان اقتدار کو نرم و گرم طور پر اس طرف متوجہ کیا جاتا رہے۔ اس دوران دل میں منکرات کے خلاف نفرت پروان چڑھتی رہے تاکہ جب ان کو طاقت و قوت کے ساتھ بدلنے کا مرحلہ آئے تو جذبات میں منکرات کے خلاف جوش و خروش کا طوفان موجزن ہو..... ایسا نہ ہو کہ کوئی مسلمان ماحول کے رنگ میں رنگا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ دل کی نفرت کم ہو اور پھر ماحول اس پر چھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کل وہ جس کام کو برا کہہ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا آج وہ خود اس میں ملوث ہو جائے۔

علماء بنی اسرائیل کی اسی روش کا تذکرہ حدیث میں ملتا ہے۔ ارشاد رسالت مآب کا مفہوم یہ ہے کہ یہود کے عالموں کا سب سے بڑا جرم ہی یہ تھا کہ جب ان کے امراء نے غلط کام کرنے شروع کئے تو ابتداء میں تو علماء نے ان کو ٹوکا کہ شریعت کی رو سے یہ برا اور غلط کام ہے لیکن ان کے ساتھ مجلسی تعلق بھی قائم رکھا۔ ان کے ساتھ کھانا پینا ترک نہیں کیا۔ ان امراء کے دسترخوان کی لذتیں ان کو کھینچ کھینچ کر بلاتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی اسی رنگ میں رنگے گئے' درحقیقت جب تک انسان ایسے لوگوں کے ساتھ مقاطعہ کی روش اختیار نہ کرے۔ جس کا اقرار دعائے قنوت میں ہم روزانہ کرتے ہیں "نخلع و نترک من یفجرک" اے اللہ جو بھی تیرا نافرمان ہو گا اور فاجر و فاسق ہو گا ہم اس سے قطع تعلق کریں گے' اسے ہم چھوڑ دیں گے' اس کے ساتھ ہم دلی محبت کا کوئی رشتہ استوار نہیں کریں گے'۔ اس وقت تک نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں پا سکے گا ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص کسی فاسق کے ساتھ چلتا ہے تاکہ اسے تقویت پہنچائے تو اللہ کے غضب کی وجہ سے عرش کانپنے لگتا ہے۔"

صحیح مسلم کی دوسری حدیث کے راوی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں ان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ وہ فقہ جسے آج ہم فقہ حنفی کے نام سے جانتے ہیں سلف میں فقہ ابن مسعود کہلاتی تھی۔ اس لئے کہ اس کے اصل بانی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ تھے جس کا شمار کبار صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ وہ کوفہ میں آباد ہو گئے تھے۔ انؓ کے شاگرد کے شاگرد امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اس حدیث میں نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی کے مسئلہ کو نہایت تشریح اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

اَنَّ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و سلم قال : مَا مِنْ نَبِیّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِی اُمَّۃٍ قبلی اِلّا کان لہ من اُمّتہٖ حوارِیُّونَ و اصحابٌ یأخذُونَ بِسُنَّتِہٖ و یقتدون بِامرہٖم ثمّ انّھا تخلُفُ مِن بَعدِھِمْ خُلُوفٌ یَقُولُونَ مَالَا یَفْعلون ' و یفعَلونَ مَالا یؤمَرون فمن جاھدھُم بیدہٖ فَھُوَ مؤمِنٌ ' و من جاھدھم بلسانہٖ فھو

مومنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ' لَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ

"رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے بعد اس کی امت میں اس کے حواریوں اور اصحاب نے اسکی سنت کو قائم نہ کیا ہو اور اس کے احکام کی پیروی نہ کی ہو۔ پھر ان کے جانشین ایسے لوگ بن جاتے ہیں جن کے قول اور فعل میں تضاد ہوتا ہے اور وہ ایسے کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا بس جو ان کے خلاف ہاتھ (قوت) سے جہاد کرے وہ مومن ہے' جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے (یعنی دل میں انہیں برا سمجھے) وہ مومن ہے مگر اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

گویا ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ نبی اور اس کے حواریوں اور اصحاب کے انتقال کے بعد رفتہ رفتہ انحطاط' اضمحلال اور زوال شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں تین ادوار ہیں جن کو حضورؐ نے خیر قرون سے تعبیر فرمایا ہے یعنی نبی اکرم اور آپ کے صحابہ کا زمانہ۔ تابعین کا زمانہ اور پھر تبع تابعین کا زمانہ ایسے ادوار کے گذرنے کے بعد انحطاط و اضمحلال اور زوال کی صورت شروع ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والوں کے قول و عمل میں تضاد ہوتا تھا۔ کہہ کچھ رہے ہیں کر کچھ رہے ہیں۔ زبان پر اسلام کا اقرار ہے' اس کی مداح سرائی ہے' عمل میں اسلام اور اس کے شعائر سے بغاوت ہے سرکشی ہے' اعراض ہے' روگردانی ہے۔ پھر ان کے افعال و اعمال ایسے ہوتے تھے جن کا کوئی حکم' جن کی کوئی سند ان کے دین میں موجود نہیں ہوتی تھی۔

حدیث کے آخر میں ایمان کے جو درجات بیان کئے گئے ہیں ان سے اس ناخلف طبقہ کے خلاف اقدام سے جو عموماً مسند اقتدار پر متمکن ہوتا ہے نہایت گہرا تعلق ہے اس حصہ سے ہمیں اقدام کے لئے ہدایت و رہنمائی ملتی ہے۔ دل سے جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ منکرات اور ان کے فروغ کو دیکھ کر ایک بندہ مومن دل کی بے کلی میں مبتلا ہو جائے' وہ ہر وقت کڑھے' اس کی نیندیں حرام ہو جائیں۔ وہ اپنی بے بسی پر بے قرار اور مضطرب رہے۔ اس کے دل میں نفرت پروان چڑھتی رہے اور اس کا دل اس وقت کی جلد آمد کے لئے بے چین رہے کہ جس وقت وہ ایک منظم اسلامی انقلابی جماعت کے ساتھ مل کر نہی عن المنکر کے لئے میدان میں آسکے اور اپنے جسم و جان اور مال و منال کی قربانی کا نذرانہ پیش کر سکے۔ یا اگر اس میں صلاحیت و اہلیت ہے تو وہ خود کھڑا ہو اور ایسی انقلابی جماعت قائم کرنے کی سعی و جہد کرے۔

اس حدیث کا آخری حصہ جس کا حوالہ میں حضرت سعید الخدری رضؓ والی حدیث میں بھی دے چکا ہوں' نہایت لرزا دینے والا ہے۔ اس کو سن کر دن کا چین اور رات کا آرام حرام ہو جانا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسے شخص کے ایمان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفی فرما رہے ہیں جس کا دل بھی منکرات اور ان کے فروغ کو دیکھ کر بے قرار 'مضطر اور بیکل نہیں ہوتا۔
ایسے شخص کے بارے میں کونین کے مفتی اعظم حضرت محمدؐ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔

وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ
"اور جان لو کہ اس کے بعد ایمان رائی کے دانہ کے برابر بھی موجود نہیں ہے۔"

اب ذرا غور فرمایئے کہ آخرت میں وہ لوگ کس مقام پر کھڑے ہوں گے جو اس دنیا میں قانوناً مسلمان اور مدعی ایمان تھے اور مسند اقتدار پر بیٹھے منکرات کو فروغ دے رہے تھے۔ ان مدعیان ایمان کا کیا حال ہو گا جو ذرائع ابلاغ پر قابض تھے اور ان کو منکرات کی نشر و اشاعت کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ وہ لوگ کس حالت اور عالم میں ہوں گے جو حکمرانی کے بل بوتے پر منکرات کی سرپرستی کر رہے تھے اور ایسا ماحول اور ایسی فضا پیدا کرنے کے باعث بن رہے تھے جس میں معروفات سسک رہے تھے اور منکرات کے فروغ کے باعث معاشرہ سنڈاس بن رہا تھا......

اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کے ضمن میں رہنمائی

میں نے مسلم شریف کی جو دو روایتیں آپ کے سامنے تشریح و توضیح کے ساتھ بیان کی ہیں 'انہیں سامنے رکھئے۔ میرے نزدیک ان دونوں احادیث کو ہمارے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کلید کی حیثیت حاصل ہے اب راستہ یہ ہے کہ کسی مسلمان ملک میں دین کو اس کی کامل شکل میں قائم و نافذ کرنے کے لئے کوئی تحریک اٹھے۔ اس تحریک کے وابستگان خود اپنی انفرادی زندگیوں پر دین کو نافذ کر چکے ہوں۔ تربیت اور تزکیہ کے مراحل طے کر چکے ہوں۔ انہوں نے حرام کو بالفعل ترک کیا ہو اور سنت کو انہوں نے عملاً اختیار کیا ہو۔ پھر یہ لوگ منظم ہوئے ہوں۔ بنیان مرصوص بن چکے ہوں' یہ کسی تنظیم کے ساتھ منسلک ہو کر اس کے امیر کمانڈر اور قائد کے حکم پر ڈسپلن کے ساتھ حرکت کرنے کی صلاحیت پیدا کر چکے ہوں' سمع و طاعت کے عادی ہو چکے ہوں...... تو اب یہ لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام طاقت کے ساتھ کریں گے! کھڑے ہو جائیں گے اور اعلان کریں گے کہ ہم منکرات کے کام نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بات جان لیجئے کہ اپنے مطالبات منوانے کے

لئے پرامن طور پر قوت کا مظاہرہ کرنا اب دنیا میں ہر ملک کے رہنے والوں کا تسلیم شدہ حق ہے اگر سیاسی حقوق کے حصول اور بحالی کیلئے مہنگائی کے خلاف یا کچھ دیگر قومی مسائل کے حل کے لئے مظاہرے کئے جاسکتے ہیں 'پکٹنگ اور گھیراؤ کیا جاسکتا ہے تو دین نے جن کاموں کو منکرات قرار دیا ہے ان کے خلاف مظاہرے کیوں نہیں کئے جاسکتے! ان کو چیلنج کیوں نہیں کیا جاسکتا! لیکن یہ مظاہرے پر امن ہوں گے۔ کہیں فساد نہیں ہوگا کسی کو تکلیف نہیں ہوگی۔ قومی دولت کا کوئی ضیاع نہیں ہوگا۔ اس تنظیم کے وابستگان ساری تکلیفیں اپنے اوپر جھیلنے کے لئے تیار ہوں گے۔ ساری مصیبتیں خود برداشت کریں گے اپنی جان ہتھیلی پر لے کر میدان میں نکلیں گے اگر حکومت وقت گولیاں چلائے گی تو اپنے سینے پیش کریں گے۔

اگر یہ معاملہ ہو جائے اور یہ مرحلہ آجائے تو یہ بات جان لیجئے کہ آخر تابکے۔ اس مسلمان ملک کی مسلمان پولیس کب تک لاٹھیاں برسائے گی اور مسلمان فوج کب تک گولیاں چلا کر ان نہتوں مظاہرین کو مارے گی جو صرف اللہ کے لئے منکرات کے خلاف نکلے ہوں۔ پھر یہ فوج کتنوں کو مارے گی...... ! ! یہ بات بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ کوئی جابر سے جابر حکمران بھی ایک حد سے آگے نہیں جا سکتا۔

ایران کی مثال

اس کا سب سے بڑا نمونہ ہمارے سامنے شہنشاہ ایران کا انجام ہے۔ وہ شاہ ایران جس کے پاس ایشیاء میں سب سے بڑا اسلحہ خانہ تھا۔ جس کے پاس ساوک جیسی سفاک پولیس تھی۔ جس کے مقابلہ کی سفاک پولیس کسی کیمونسٹ ملک میں تو شاید موجود ہو' باقی دنیا میں اس کے مقابلے کی کوئی پولیس موجود نہیں...... جس طرح کے مظالم اس ایرانی پولیس نے ڈھائے ہیں اور جس خوفناک قسم کے اذیتیں (TORTURES) اس نے دی ہیں 'اس کی مثال موجودہ دور کے کسی ملک میں مشکل ہی سے ملے گی۔ لیکن شہنشاہ ایران 'جو خود کو "آریہ مہر" کہلواتا تھا جو سائرس ثانی بننے کا خواب دیکھ رہا تھا 'اس کی ساری طاقت 'اس کا سارا دبدبہ ان سرفروشوں کی قربانیوں کے آگے خس و خاشاک کی طرح بکھر کر رہ گیا جو اس کے خلاف مظاہروں کی صورت میں جان دینے کے لئے سڑکوں پر آگئے تھے اس کی پولیس عاجز آگئی اور فوج نے ان مظاہرین پر گولیاں چلانے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کو اپنا ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا' حد تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد اسے اپنے وطن میں دفن ہونے کی جگہ بھی نہ مل سکی۔ اس کے دوست ملک نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کسی مہلک متعدی مرض میں مبتلا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حاصل کلام

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک منظم انقلابی جماعت راہ حق میں جان دینے کے لئے آمادہ ہو جائے' تو اسے ملک کے عوام کی اتنی اخلاقی اور عملی حمایت حاصل ہو جاتی ہے کہ پھر اسے کچلنا اور ختم کر دینا آسان نہیں رہتا۔ ایسی جماعت کو بغاوت کا اعلان کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی نہ ہتھیار اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ ع

"جب وقت شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں"

کوئی طاقت ایسے جانبازوں اور سرفروشوں کا راستہ نہیں روک سکتی۔

ممکنہ دوسرے نتائج

اس طریق کار کے تین ممکنہ نتائج نکل سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حکومت اگر ان مظاہروں کے نتیجہ میں پسپائی اختیار کرے۔ یعنی منکرات کو ختم کرنا شروع کر دے تو ہمیں اور کیا چاہیئے ایک منکر کے بعد دوسرا منکر' دوسرے کے بعد تیسرا منکر۔ اگر ہم ایک ایک کر کے منکرات کو ختم کراتے چلے جائیں تو اسلامی انقلاب آ جائے گا۔ تبدیلی برپا ہو جائے گی۔ پورے کا پورا نظام صحیح ہو جائے گا۔ لیکن جب تک نظام مکمل طور پر اسلامی نہیں ہو گا یہ جدوجہد جاری رہے گی۔

دوسرا یہ کہ حکومت وقت اسے اپنی بقاء' اپنی انا اور اپنے مفادات کے تحفظ کا مسئلہ بنا لے اور طاقت سے اس اسلامی تحریک کو کچلنے کی کوشش کرے..... اس موقع پر ذرا ٹھہر کر حکومت وقت 'کی ماہیت و ہیئت کو سمجھ لیجئے کہ وہ کیا ہوتی ہے.....! ہر حکومت کسی نہ کسی طبقہ کی نمائندگی کر رہی ہوتی ہے۔ وہ معاشرے کے کسی طاقتور طبقہ کے مفادات کی محافظ بن کر بیٹھی ہوتی ہے 'اسلام کا نظام عدل و قسط ان طبقات کے لئے پیغام موت لے کر آتا ہے۔ لہٰذا حکومت وقت کسی ایسی تحریک کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتی جس کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ استحصالی نظام ختم ہو جائے اور اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام قائم و نافذ ہو جائے..... لہٰذا وہ ریاست کی پولیس اور فوج کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے بے دریغ استعمال کرے گی۔ لاٹھیاں برسیں گی' آنسو گیس کے شیل پھینکے جائیں گے۔ گولیوں کی بوچھاڑ آئے گی۔ گرفتاریاں ہوں گی۔ دار و رسن کے مراحل آئیں گے۔ لیکن اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتیٰ کہ جان تک دینے پر تیار رہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی! جیلوں میں کتنی گنجائش ہو گی! کتنوں کو پھانسیاں دے گی! کتنوں پر لاٹھی چارج کرے گی! فوج کتنوں کو اپنی گولیوں سے بھونے گی! اگر تحریک کے کارکنوں نے صبر و ثابت قدمی کا ثبوت دیا تو میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ

بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں۔ ہمارے ہی اعزا و اقربا ہیں۔ یہ لوگ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے میدان میں نہیں آئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے نفاذ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں تو آخر ہم کب تک ان کو اپنی گولیوں سے بھونتے چلے جائیں!! نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو گی[1] جیسا کہ میں ایران کی مثال بیان کر چکا ہوں کہ شہنشاہ ایران جیسے آمر مطلق کو بھی ایسی صورت حال میں بہ حسرت و یاس ملک کو چھوڑ کر فرار ہونا پڑا...... تو یہ دو ممکنہ صورتیں تو تحریک کی کامیابی کی ہیں۔ ایک تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے۔ تو جن لوگوں نے اس راہ میں جانیں دی ہوں گیں۔ ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم اور فوز کبیر سے نوازے جائیں گے انشاء اللہ العزیز۔ ہم نظام کو بالفعل بدلنے کے مکلف یعنی ذمہ دار نہیں ہیں البتہ اس کو بدلنے کی جدوجہد ہم پر فرض ہے مزید براں انہی جان نثاروں اور سرفروشوں کے خون اور ہڈیوں کی کھاد سے انشاء اللہ جلد یا بدیر کوئی نئی انقلابی اسلامی تحریک ابھرے گی جو طاغوتی استحصالی اور جابرانہ نظام کو للکارے گی اور اس طرح وہ وقت آکر رہے گا جس کی خبر الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ پورے کرہ ارض پر اللہ کا دین اسی طرح غالب ہو کر رہے گا جس طرح آپؐ کی حیات طیبہ میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب ہوا تھا۔

اقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات ۔

---

[1] سے ۱۹۷۷ء کی "نفاذ نظام مصطفیٰ تحریک" کے دوران جب بھٹو کی حکومت نے جزوی طور پر لاہور اور کراچی میں مارشل لاء لگایا تو اس کے دوران یہ صورت حال پیش آئی کہ دونوں شہروں میں مقرر کردہ مارشل لاء حکام نے فوج کو عوام پر گولیاں چلانے کا حکم دینے سے انکار کر دیا اور اپنے عہدوں سے استعفیٰ دیدیا۔ حکومت اور پی این اے کے نمائندگان میں مصالحتی گفتگو کے آغاز کی ایک وجہ یہ صورت حال بھی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ نتیجہ ایران کے برعکس نکلا۔ (مرتب)

بقیہ: عرضِ احوال

اس کا علاج صرف اس وقت شافی ثابت ہو سکتا ہے جب لوگوں کی اقدارِ خیر و شر کو بدلا جائے' کسی مصنوعی عمل اور محض زورِ بیان سے نہیں بلکہ رجوع الی اللہ کی ایک عمومی تحریک چلا کر اور عملی مثالیں قائم کر کے جو لازماً اوپر سے نیچے کی طرف آنی چاہئیں۔ ورنہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ رشوت اور بدعنوانی پر پہلے بھی تو سزائیں ہی مقرر تھیں' انعامات کا اعلان تو کبھی بھی نہیں کیا گیا۔ سزاؤں کی شدت بڑھنے سے اب تک کے تجربات کی روشنی میں جو نتیجہ متوقع ہے وہ صرف یہ ہو گا کہ خطرات میں اضافے کے ساتھ رشوت کو "نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز" کا نہایت ہی "مناسب" عذر میسر آ جائے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

یہ سطورِ درد کی وہ چند ٹیسیں ہیں جو ماحول کی ابتری دیکھنے والے ہر صاحبِ دل پاکستانی کو لہو رلاتی ہیں ورنہ اگر قرار واقعی تجزیہ کیا جائے تو جگر لخت لخت کو جمع کرنا ممکن ہی نہ رہے۔ رہے وہ لوگ جنہیں دین کے حوالے سے اس ملکِ خداداد کی فکر لاحق ہے سو ان کی سوا مشکل ہے۔ "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" اور "وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" کی خدائی تسلیاں اگر امید کی کرنیں نہ بنیں تو وہ مایوسی کے اتھاہ اندھیاروں میں ڈوب کر گم ہو جائیں...... ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو۔ تمہیں رجوع الی القرآن کے ذریعے تجدیدِ عہد' توبہ اور تجدیدِ ایمان کی تحریک برپا کرنی ہے۔

یہی تمہارے اپنے لئے اور تمہارے بھائی بہنوں کے لئے راہِ فلاح و نجات اور تمہارے وطن کی بقاء و سلامتی کا واحد جواز ہے۔ خیریتِ جاں' راحتِ تن اور صحتِ داماں اس جدوجہد میں لگا دو۔ اللہ کی نصرت کا وعدہ تمہارے ساتھ ہے تاہم ؏

گر جیت گئے تو کیا کہنا' ہارے بھی تو بازی مات نہیں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مقبول الرحیم مفتی

مسئلہ سندھ اور استحکام پاکستان

گذشتہ برس امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تالیف "استحکام پاکستان" منظر عام پر آئی تو اسے پڑھ کر بہت سے لوگوں کو احساس ہوا کہ اس کتاب میں "استحکام پاکستان" کے طویل المعیاد منصوبے یعنی "اسلامی انقلاب" کی ضرورت تو ثابت کی گئی ہے لیکن وہ فوری علاج جسے ڈاکٹر صاحب اپنی تقریروں، خطبوں، بیانات اور انٹرویوز میں بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں، کا باب کسی وجہ سے لکھنے سے رہ گیا ہے۔ اور چونکہ گذشتہ برس کے محاضرات قرآنی کا عنوان بھی یہی کتاب تھی اس لئے اکثر مقررین اور مقالہ نگار حضرات نے اپنے اپنے انداز میں اس کمی کی نشاندہی بھی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کمی کے ازالے کی صورت یوں پیدا کر دی کہ محاضرات کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب کو اندرون سندھ کا دورہ کرنے کا موقع ملا۔ دورے سے واپس آکر ۹ر مئی ۸۶ء کو مسئلہ سندھ کے موضوع پر خطبہ جمعہ میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ تحریری شکل میں روزنامہ جنگ کے جملہ ایڈیشنوں اور میثاق میں شائع ہوئے اور یوں کسی حد تک اس کمی کا ازالہ ہو گیا جو "استحکام پاکستان" میں محسوس کی جا رہی تھی۔ اور پھر اس سے بڑھ کر ازالے کی صورت تب پیدا ہوئی جب پچھلے سال نومبر میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب حرم مکی میں بیٹھ کر "پاکستان میں اسلامی انقلاب کیا؟ کیوں اور کیسے؟" کی تالیف کا ارادہ لے کر سعودی عرب تشریف لے گئے مگر کراچی کے فسادات اور سندھ کے مخدوش حالات نے ان کے ذہن و قلم کو اس درجہ متاثر کیا کہ جب واپس آئے تو "مسئلہ سندھ اور استحکام پاکستان" کی تالیف مکمل ہو چکی تھی۔

اس سال محاضرات قرآنی کے آخری دو دنوں کا موضوع اسی تازہ کتاب کے حوالے سے "مسئلہ سندھ اور استحکام پاکستان" تھا...... دو اپریل کی نشست کی صدارت اگرچہ مدیر "تکبیر" جناب صلاح الدین کو کرنا تھی لیکن جب وہ اپنے میزبان جناب عاصم الحداد کے ہمراہ جناح ہال میں پہنچے تو ڈاکٹر اسرار صاحب نے جناب عاصم الحداد کی غیر متوقع آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں کرسی صدارت پر بٹھا کر جناب صلاح الدین کو مقررین کی صف میں بھی شامل کر دیا۔ جناب عاصم الحداد

چونکہ عربی زبان وادب کے بھی ماہر ہیں اس لئے پروفیسر حافظ احمد یار صاحب نے "خدمت قرآن کے میدان" کے موضوع پر اپنا مقالہ ان کی صدارت میں پیش کیا۔ "رسم قرآنی" حافظ احمد یار صاحب کی خصوصی دلچسپی کا میدان ہے اس لئے انہوں نے اپنے مقالے میں مختلف بلاد اسلامیہ میں "رسم عثمانی" کے ترک والتزام کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ حافظ صاحب نے اس ضمن میں حکومت پاکستان کے تساہل اور غفلت کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ ہماری حکومت نے قرآن کے اشاعتی اداروں کے نام اس مضمون کا سرکلر تو جاری کر دیا ہے کہ اشاعت قرآن میں رسم عثمانی کی پابندی کی جائے۔ لیکن یہ بتانے کا کوئی اہتمام وانتظام نہیں کیا گیا کہ "رسم عثمانی" یا "خط عثمانی" کیا ہے۔

پروفیسر حافظ احمد یار صاحب کے مقالے کے بعد ڈاکٹر اسرار صاحب نے محاضرات میں رسمی تلاوت قرآن کے بجائے موضوع کی مناسبت سے سورہ توبہ کی درج ذیل آیات کی تلاوت کے ساتھ ان کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ	ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں
اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ	نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے
وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○	اپنے فضل سے ہم کو نوازا تو ہم خیرات
فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ	کریں گے اور صالح بن کر رہیں گے۔
بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ	مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان
مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا	کو دولت مند کر دیا تو وہ بخل پر اُتر
فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ	آئے اور اپنے عہد سے ایسے پھرے
يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ	کہ انہیں اس کی پرواہ تک نہیں ہے۔
مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا	نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اس بدعہدی کی
يَكْذِبُوْنَ ○	وجہ سے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ

کی، اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو وہ بولتے رہتے، اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق بٹھا دیا جو اس کے حضور ان کی پیشی کے دن تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ (سورۃ توبہ آیت ۷۵ تا ۷۷)

اہل پاکستان کی موجودہ اخلاقی اور دینی کیفیات کے حوالے سے ان آیات کی روشنی میں گفتگو

کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ صورت حال کے تجزیئے کا ایک عمومی انداز یہ ہے کہ ظاہری حالات اور اسباب کو دیکھتے ہوئے خرابی کی نشاندہی کر کے اس کی مناسبت سے اصلاح و علاج کی تجاویز مرتب کی جائیں اور ایک انداز یہ ہے کہ اسباب و علل کے پس منظر میں مسبب الاسباب کی طرف سے کارفرما حکمت کی روشنی میں حالات کا تجزیہ کر کے اصلاح کا راستہ تجویز کیا جائے۔ میں اس وقت اسی دوسرے پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کیوں کہ ظاہری اسباب و نتائج کے حوالے سے تو مختلف پیرایوں میں گفتگو آپ کے سامنے آئے گی۔ میرے نزدیک سورہ توبہ کی ان آیات کی روشنی میں ہم اس وقت قومی سطح پر عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں۔ کیونکہ ہم چالیس برس سے اس عہد کی خلاف ورزی کرتے چلے آ رہے ہیں جو بحیثیت قوم ہم نے تحریک پاکستان کے دوران اپنے اللہ سے کیا تھا۔ قوموں کے بارے اللہ کی سنت یہی نظر آتی ہے کہ ان کے اجتماعی اعمال کی جزا و سزا کا حساب اسی دنیا میں چکا دیا جاتا ہے البتہ افراد کے انفرادی اعمال کی جواب دہی اور جزا و سزا مرنے کے بعد خالص انفرادی سطح پر ہو گی۔

اللہ کی پکڑ اور گرفت کے نتیجے میں ہمارے قومی کردار کو نفاق کی دیمک چٹ کر چکی ہے تو منفول کے نعرے، معاشرے میں تقسیم در تقسیم کا عمل، شدید اخلاقی بحران، امانت و دیانت اور ایفائے عہد کا ہولناک فقدان سب دراصل اسی ایک سبب حقیقی کے مظاہر ہیں۔ اور ان سب کا علاج یہی ہے کہ ہم اللہ کے حضور انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر توبہ کریں اور اس کے ساتھ کئے گئے عہد کو استوار کریں نیز اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اسلامی انقلاب کی جدوجہد کریں۔ اجتماعی توبہ کی قبولیت کی شرط اسلامی نظام کا عملاً اس ملک میں قائم ہونا ہے۔ اپنی ان گذارشات کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مدیر تکبیر جناب محمد صلاح الدین کو "استحکام پاکستان" کے موضوع پر مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی۔

جناب صلاح الدین نے صدر مملکت کی زیر صدارت منعقد ہونے والے انجمن صحافیاں کے مختلف اجلاسوں اور انتخابات اور دیگر بہت سی تقریبات میں شرکت کے عذرہائے معقول کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے لکھا ہوا مقالہ پیش نہ کر سکنے پر معذرت کی۔ مدیر "تکبیر" "بنیادی حقوق" نامی ایک کتاب کے مصنف ہیں پیپلز پارٹی کے عہد اقتدار میں جماعت اسلامی کے ترجمان روزنامہ "جسارت" کی ادارت کے دوران قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کر چکے ہیں۔ البتہ بوجوہ جولائی ۱۹۷۷ء سے اب تک موجودہ مارشل لاء اور اس کے سویلین بہروپ کی حمایت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے ربع آخر

میں جمہوریت کے فروغ کے لئے وطن عزیز میں ہر نوع کے جلوسوں پر مکمل پابندی لگانے کی تجویز اپنے ادارتی کالموں میں پیش کر چکے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کو پیپلز پارٹی اور سندھ کی دوسری بہت سی تنظیموں کا مقابلہ سیاسی میدان میں کرنے کا مشورہ دینے کی بجائے وقتاً فوقتاً صدر ضیاء الحق اور ان کے مارشل لاء کو اپنی دانست میں ان مخالفِ پاکستان تنظیموں اور جماعتوں کو "قانونی ذرائع" سے نیست و نابود کرنے کا مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ صدر ضیاء الحق اور جناب صلاح الدین کے سیاسی خیالات میں بالعموم حیرت انگیز "توارد" پایا جاتا ہے۔

"استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" کے اس دو روزہ سیمینار میں جناب صلاح الدین نے تین تقریریں کیں اور موضوع زیر بحث کے اکثر پہلوؤں پر نہ صرف کھل کر اظہار خیال کیا بلکہ دیگر مقررین کے پیش کئے ہوئے نکات کا جواب بھی دینے کی کوشش کی۔ ۱۶ر اپریل کے "تکبیر" میں انہوں نے اپنے خصوصی کالم تجزیہ میں ان محاضرات کی تفصیلی روداد بھی شامل کی جس میں ان کی تقریروں کا خلاصہ بھی شامل ہے۔

محاضرات میں پہلے خطاب کے دوران ان کا سارا زور سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوریت کے فقدان اور پارلیمانی طریق انتخاب کی اصلاح پر رہا۔ ان کی نظر غالباً اس حقیقت پر نہیں گئی کہ جب ملک میں عمومی جمہوری فضا موجود نہیں ہے، جماعتیں اپنے وجود و بقاء کی جنگ لڑ رہی ہیں، ان کی ممدوح قوت ملک سے ہر منظم ادارے کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہے، ظالمانہ قوانین، سازشوں، دھونس دھاندلی اور لالچ و ترغیب غرض ہر ذریعے سے سیاسی جماعتوں میں انتشار برپا کرنے کی منظم کوششیں ہو رہی ہیں ایسی صورت حال میں اگر سیاسی جماعتوں کا وجود شخصیتوں اور قائدین کے بل پر ہی قائم ہے اور وہ پوری سخت جانی سے کنٹرولڈ ڈیماکریسی، بنیادی جمہوریت، "اسلامی شورائیت" غیر جماعتی نظام اور نہ جانے کیسے کیسے آمرانہ ہتھکنڈوں کا مقابلہ کرتی چلی آ رہی ہیں تو کیا ان کا یہ کردار غنیمت نہیں! سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوریت اور پارلیمانی نظام کی اصلاح کے بارے میں ان کی باتوں سے اصولی طور پر اتفاق کیا جا سکتا ہے لیکن ملک کے معروضی سیاسی حالات اور ان میں فوج کے مسلسل اور فعال کردار کے تناظر میں معاملات کو دیکھنے سے صورت حال خاصی مختلف نظر آئے گی۔

ملک کے بہت سے سیاسی و غیر سیاسی عناصر کی طرح جناب صلاح الدین کیلئے بھی پیپلز پارٹی سیاسی سے زیادہ نفسیاتی مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اس لئے وہ کسی طرح بھی اسے اس ملک کی سیاست میں وہ مثبت کردار ادا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے جس کی صلاحیت بہرحال وہ رکھتی ہے۔ اگرچہ پیپلز پارٹی اور

مسلم لیگ میں جوہری طور پر کوئی فرق نہیں لیکن شاید ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی پر کشش شخصیت ان کے عوامی نعروں اور سیاسی انداز نے پیپلز پارٹی کی سیاست میں جو عوامی رنگ بھر دیا ہے ہمارے مہربان اس سے خائف ہیں۔ محاضرات میں خطاب کرنے والے سندھی اور پنجابی دانشوروں نے بالعموم پیپلز پارٹی کی حب الوطنی اور وفاق پاکستان کے حوالے سے اس کی سیاست کے مثبت پہلو کی نشاندہی کی لیکن جناب صلاح الدین بوجوہ اس سے اتفاق نہ کر سکے۔ اسی اجلاس میں ملک کے مایہ ناز صحافی اور بزرگ دانشور جناب عبدالکریم عابد نے مسئلہ سندھ کے عنوان سے اپنا مختصر اور پر مغز مقالہ پیش کیا جو گذشتہ اشاعت میں شامل تھا۔ عابد صاحب کے مقالے کے بعد جناب صلاح الدین نے دوبارہ بطور صدر مجلس امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی تازہ تالیف "مسئلہ سندھ اور استحکام پاکستان" کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انہوں نے اس کاوش اور کوشش پر ڈاکٹر صاحب کو مبارک باد دیتے ہوئے اس کتاب کو سندھ کی موجودہ صورت حال کے بارے میں گائیڈ بک قرار دیا۔ البتہ کتاب کے ٹائیٹل اسپین اور سندھ کی مشابہت کے حوالے پر مشتمل انتساب اور اس کے بعض مندرجات سے پیدا ہونے والے مایوس کن تاثرات سے انہیں اتفاق نہیں تھا۔ بقول ان کے "اہل قلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بدترین صورت حال اور سنگین ترین بحران میں بھی قوتِ عمل کو معطل اور مستقبل پر اعتماد کو متزلزل نہ ہونے دیں ہمارے اسلاف کا طریق کار یہی رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب تو پختگی ایمان کے اس درجے پر فائز ہیں کہ وہ یہ کہہ کر بھی اپنا اعتماد بحال رکھ سکتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ مردے میں بھی جان ڈال دینے پر قادر ہے۔" مگر عام مسلمان اور کتاب کا ہر قاری اس کیفیت ایمان سے ہمکنار نہیں ہے۔ اس نے پاکستان کو ایک بار "مردہ" سمجھ لیا تو پھر اس کے دوبارہ جی اٹھنے پر اس کا اعتماد قائم نہ رہ سکے گا......" (بحوالہ تکبیر ۱۶ / اپریل ۱۹۸۷ء)

جمعہ ۳ / اپریل کو محاضرات کی تیسری اور آخری بھرپور نشست کی صدارت تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن اور بزرگ صحافی، روزنامہ پاسبان ڈھاکہ کے ایڈیٹر میاں ظفیر احمد نے کی۔ اس نشست میں محمود مرزا ایڈووکیٹ، مولانا عبدالوہاب چاچڑ اور جناب محمد موسیٰ بھٹو نے مقالے پیش کئے جبکہ جناب صلاح الدین، جناب نور محمد پٹھان اور جناب سراج منیر نے تقاریر کیں۔ جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ اور مولانا چاچڑ کے مقالات تو ماہ مئی کے "میثاق" میں شائع ہو چکے ہیں اور جناب موسیٰ بھٹو کا مقالہ گذشتہ ماہ شامل اشاعت تھا۔ جناب موسیٰ بھٹو اگرچہ محفل میں موجود تھے لیکن انداز بیان پر پوری طرح قادر نہ ہونے کی وجہ سے ان کا مقالہ تنظیم کے رفیق جناب مختار احمد فاروقی نے اپنی گرجدار آواز میں پڑھ کر سنایا۔ جناب موسیٰ بھٹو جیسے محب وطن اور محب اسلام سندھی کی زبان سے بھی سندھیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور ان کے پس منظر کا ذکر سننے کے بعد جب جناب

صلاح الدین خطاب کرنے تشریف لائے تو انہیں زمینوں کے معاملے اور متروکہ جائیدادوں کے بارے میں سندھیوں کی شکایات کو حقیقی تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس کا ذکر کرنے والے دانشوروں کو خاموش رہنے کا مشورہ دیا کیونکہ ان کے نزدیک احساس محرومی کی لے بڑھانے سے یہ مسئلہ حل ہونے کی بجائے ہاتھ سے نکل جانے کا زیادہ امکان ہے۔ جبکہ دوسری طرف وہ خود حقوق کے معاملے کو بالکل نظرانداز کر کے محض اسلام اور پاکستان اور وحدت ملی کے نعرے لگا لگا کر موجودہ استحصالی نظام کے مفاد یافتہ طبقوں کے ہم زبان بلکہ ترجمان بن چکے ہیں۔ جو اپنے اقتدار اور مفادات کے تحفظ کے لئے موقع بے موقع اسلام اور پاکستان کی دہائی دیتا رہتا ہے۔ جناب صلاح الدین نے گذشتہ چالیس برس میں سندھی مسلمانوں کو ملنے والی مراعات' فائدوں اور محرومیوں اور شکایتوں کا بیلنس شیٹ پیش کرتے ہوئے نتیجہ یہ نکالا کہ اس وقت محرومیوں اور شکووں سے زیادہ اظہار تشکر کی ضرورت ہے اور کفران نعمت کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ کے مقالے کے حوالے سے کراچی میں ارتکاز دولت وصنعت کو بھی فطری اور جائز قرار دیتے ہوئے وہ صنعتوں اور سرمائے کو ملک کے تمام صوبوں میں پھیلانے کی تجویز اور مناسب منصوبہ بندی کی ضرورت سے بھی اتفاق نہ کر سکے بلکہ انہوں نے تجزیہ نگاروں کو باہر سے آکر بسنے والوں کی دیگر خدمات کو پیش نظر رکھنے کا مشورہ دیا۔ انکا کہنا تھا کہ مشرقی پاکستان کی طرح سندھ میں بھی ہندو اقلیت اور بھارت احساس محرومی کی لہر کو ابھار رہے ہیں ورنہ در حقیقت تو راوی چین ہی لکھتا ہے۔ مدیر تکبیر نے پوری دلسوزی اور دردمندی سے اہل سندھ کو بنگلہ دیش کے حشر سے سبق سیکھنے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ اب بنگالی مسلمان مسجد نبوی کے ستونوں سے لپٹ لپٹ کر اپنی "خودکشی" پر اظہار ندامت کرتے اور بہتر مستقبل کے لئے دعائیں مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

صلاح الدین صاحب کے اس خطاب کے بعد مولانا عبدالوہاب چاچڑ نے اپنا مقالہ پیش کیا جس میں ان کے بہت سے نکات کا جواب اور سندھ کی عمومی سوچ کا اظہار پہلے سے موجود تھا۔ مولانا عبدالوہاب چاچڑ جمعیت العلمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) ضلع سکھر کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ انہوں نے اپنے مقالے میں بانی پاکستان اور وفاق پاکستان کے حوالے سے جو گفتگو کی وہ مرکزی حکومت سے اہل سندھ کی عمومی مایوسی کا بہترین مظہر تھی۔ اگرچہ ان کے انداز بیان کی تلخی کا سبب ان کا جماعتی پس منظر بھی تھا لیکن اس پس منظر کو پیش منظر میں آنے کا حوصلہ ان حالات اور محرومیوں نے دیا جن کا ازالہ مقصود ہے۔ راقم کے ساتھ ایک گفتگو میں مولانا چاچڑ نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ ان کے موقف اور کنفیڈریشن والوں کے موقف میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن وہ اس بات کے بھی قائل تھے کہ ابھی اس کا امکان باقی ہے کہ جمہوریت کی مکمل بحالی سے تلافی مافات اور اصلاح احوال کی صورت

نکل سکتی ہے۔ گویا ان کے نزدیک ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ اس ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کی مرکزی قیادت نے کسی قومی پلیٹ فارم سے کبھی ایسے موقف کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن اس کے نتیجے میں سندھ کی جمعیت العلمائے اسلام جو بہرحال پنجاب کی نسبت زیادہ موثر اور منظم ہے اندرونی توڑ پھوڑ کا شکار نظر آتی ہے جمعیت علمائے سندھ اور سندھ ساگر پارٹی کے نام سے اس کے دو انتہاپسند دھڑے الگ ہو کر سرگرم عمل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ قومی پریس میں ان کی سرگرمیوں کا ذکر نہ آنے کی وجہ سے دیگر اہل ملک اور بالخصوص اہل پنجاب ان سے واقف نہیں۔ لیکن محض ان دھڑوں کا وجود ہی حالات کے جس رخ کی نشاندہی کر رہا ہے۔ وہ اپنی جگہ کچھ کم خطرناک نہیں ۔

ناخدا مستِ طرب اہل سفینہ مدہوش

سر پہ امڈا ہوا طوفاں ہے خدا خیر کرے

مولانا چاچڑ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ سندھ کے سابق ناظم جناب نور محمد پٹھان کو دعوتِ خطاب دی۔ نور محمد پٹھان سندھ کے تاریخی قصبے شکارپور کے رہنے والے ہیں۔ ۶۸ء سے ۸۰ تک اپنے تعلیمی کیریئر کے دوران اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ رہے۔ ۷۶ سے ۷۸ تک دو برس صوبہ سندھ کی نظامت کی ذمہ داریاں بھی آپ کے حوالے رہیں۔ سندھی طلبہ میں اسلام کے لئے کام کرنے والوں میں آپ کا مقام نمایاں ہے۔ آج کل سندھ فرینڈز فورم کراچی کے کنو ینئر اور سندھ لطیف ادبی مجلس کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ دور طالب علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ کے سندھی رسالے "شاگرد" کے ایڈیٹر رہے اور آج کل کراچی سے نکلنے والے انگریزی ماہنامے "یونیورسل میسیج" کے نائب مدیر ہیں۔ اسلامی جمعیت طلبہ سے بھرپور اور فعال وابستگی اور جئے سندھ کے ساتھ ٹکراؤ کی وجہ سے انہیں اپنے تعلیمی کیریئر اور پھر عملی زندگی میں خاصا نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ مگر یہ محرومیاں اور نقصان تو بہرحال اس راہ کے لوازم میں سے ہیں اسلامی جمعیت طلبہ سے ان کی وابستگی کے متعلق ان کے اس تعارف کے بعد جناب نور محمد پٹھان نے اپنے خطاب کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ اگرچہ میں ایک سندھی ہوں لیکن میرا جو تعارف آپ نے سنا اس کے حوالے سے مجھے سندھ میں سرزمین سندھ کا غدار سمجھا جاتا ہے اور جب میں آپ کے سامنے اہل سندھ کے مسائل و معاملات کو پیش کروں گا تو آپ مجھے پاکستان کا غدار کہیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم رومانیت پسندی کو ترک کر کے معاملات و حقائق کو ان کے اصل روپ میں دیکھنے کے عادی نہیں رہے۔ جب مشرقی پاکستان میں حقوق کی تحریک اپنے عروج پر تھی تو پنجاب کے بہت بڑے صحافی اپنی روایتی رومان پسندی کے حوالے سے محبت کا زمزم بہا رہے تھے اور آپ لوگ

انہیں داد دے رہے تھے جیسے ابھی آپ نے جناب صلاح الدین کو داد سے نوازا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سندھ کا مسئلہ زبانی جمع خرچ اور جبر دونوں ذرائع سے حل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حل کے لئے اہل پنجاب کو تلافی مافات کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ مارشل لاء کے عہد میں فوجی حکومت نے پنجابی آباد کاروں کی تنظیموں کو منظم کروایا اور انہیں اسلحہ بھی فراہم کیا۔ جس کے نتیجے میں سندھیوں میں شدید ردعمل پیدا ہوا ہے جناب جتوئی کی جماعت نیشنل پیپلز پارٹی کے لیڈر جناب حنیف رامے کی کتاب سامعین کو دکھاتے ہوئے نور محمد پٹھان نے کہا کہ جی ایم سید کے خلاف تو اہل پنجاب اور اہل دین طبقوں کے بیانات اور فتوے شائع ہوتے رہتے ہیں اور ان کی کتابوں کے اقتباسات بھی چھاپ چھاپ کر تقسیم کئے جاتے ہیں لیکن پنجاب کے جی ایم سید یعنی جناب حنیف رامے نے اپنی کتاب "پنجاب کا مقدمہ" میں جس طرح راجہ پورس اور رنجیت سنگھ کو پنجاب کا ہیرو قرار دیا ہے اس کا نوٹس کسی نے نہیں لیا۔ نور محمد پٹھان نے قومی معاملات و مسائل کے بارے میں قومی پریس کی بے حسی اور رومانیت پسندی کا شکوہ بھی کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے اخبارات میں لندن اور امریکہ کے مسائل پر تو بہت کچھ چھپتا ہے لیکن کندھ کوٹ' گھوٹکی' کشمور اور شکار پور کے مسائل نظر نہیں آتے۔ اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ سندھ کا سابق ناظم کہہ رہا تھا کہ پاکستان اور اسلام کو آپس میں خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ جب پاکستان نہیں تھا تب بھی اہل سندھ مسلمان تھے اور اگر کل خدانخواستہ پاکستان باقی نہ رہا تب بھی ہم مسلمان رہیں گے۔ اس لئے سندھ کے مسئلے کو کفر کے فتووں اور ملی یکجہتی کے درس اور وعظ دے کر حل کرنے کی بجائے اس کے مسائل کا حقیقی حل تلاش کر کے سلجھانے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ پاکستان سندھیوں کے لئے ایک قابل قبول حقیقت بن جائے۔

نور محمد پٹھان کا کہنا تھا کہ سندھ صدیوں سے پیار اور محبت کی سرزمین ہے لیکن آج وہاں سے درد' دکھ اور تکلیف کی لہریں اٹھ رہی ہیں ہم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے درد کو سمجھا اور محسوس کیا اور اسے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اپنی ایک گھنٹے کی تقریر میں جناب نور محمد پٹھان نے بڑے جذباتی انداز میں جناب صلاح الدین کی رومان پسندی پر تنقید کی ان کے بہت سے نکات کا جواب دیا اور یوں محاضرات کی یہ نشست بڑی حد تک مناظرے کی شکل اختیار کر گئی۔

جناب نور محمد پٹھان کا کہنا تھا کہ پیپلز پارٹی' جئے سندھ' پیر پگاڑا اور کنفیڈریشن والوں سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی روش ترک کر دینی چاہئے۔ اس ملک میں صدر ضیاء الحق اور جناب صلاح الدین کے علاوہ اور لوگ بھی پاکستان اور اسلام سے محبت رکھتے ہیں۔ اب وقت کی ضرورت ہے کہ ملک کے سیاسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے سیاسی راہ اختیار کی جائے تاکہ اسلامی انقلاب کے آنے تک یہ ملک باقی رہے جناب نور محمد پٹھان کے خطاب کے بعد مدیر تکبیر جناب صلاح الدین دوبارہ مائیک کے

سامنے تشریف لائے اور چند فقروں میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرا اختلاف صرف ان لوگوں سے ہے جو پاکستان توڑ دو کی بات کرتے ہیں خواہ وہ سندھی ہوں بلوچی ہوں پٹھان ہوں یا پنجابی۔ میرا تعصب صرف پاکستان کا تعصب ہے۔

رات اگرچہ کافی بیت چکی تھی لیکن سامعین جناب سراج منیر کی تقریر دل پذیر کے منتظر تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی بغیر کسی تعارفی جملے کے انہیں مائیک کے سامنے آنے کی دعوت دی۔ یوں بھی ان کی شخصیت اہل لاہور کے لئے بالعموم اور محاضرات قرآنی کے سامعین کے لئے بالخصوص تعارف کی محتاج نہیں سراج منیر نے اپنے مرصع خطاب میں پاکستان کی بنیاد اور اللہ کی تقدیر میں اس ملک کے مقام و مرتبے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح مدینہ پانچ ہزار بھائیوں کا نہیں ایک قوم کا ملک تھا اسی طرح پاکستان چار بھائیوں کا نہیں ایک قوم کا ملک ہے۔ عالمی سیاست میں پاکستان اسی وراثت کا امین ہے جو مدینۃ الرسول کی ریاست کو اس وقت کی سیاسیات عالم میں حاصل ہوئی تھی۔ مدینۃ الرسول میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے درمیان چھ باتیں ایسی مشترک ہیں جو دنیا کی کسی بھی دو ریاستوں میں کبھی مشترک نہیں پائی گئیں۔ پہلی بات یہ کہ مملکت مدینہ کے قیام سے پہلے کفار مکہ نے مملکت مدینہ کے قیام کی بھرپور مخالفت کی جبکہ قیام پاکستان سے پہلے کفار ہند نے اس کے قیام کی بھرپور مخالفت کی۔ دوسری بات یہ کہ جب مدینہ کی مملکت قائم ہوئی تو کچھ مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آگئے اور کچھ مکہ میں ہی رہ گئے اسی طرح قیام پاکستان کے وقت کچھ مسلمان ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور کچھ ہندوستان میں رہ گئے تیسری بات یہ کہ قیام مملکت کے بعد جس طرح مملکت مدینہ کو ختم کرنے کے لئے باہر سے جارحیت کی گئی اسی طرح مملکت پاکستان کو نیست و نابود کرنے کے لئے بھی باہر سے جارحیت کی گئی۔ چوتھی بات یہ کہ جس طرح مملکت مدینہ کو نقصان پہنچانے کے لئے مخالفین نے اندرونی اختلافات کو ہوا دی اسی طرح پاکستان کے اندر بھی فتنے پیدا کرنے کی کوششیں جاری ہیں پانچویں بات یہ کہ مطالبۂ حقوق کا یہی مسئلہ مہاجرین و انصار مدینہ کے درمیان کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی جو آج پاکستان میں مسئلہ بن کر کھڑا ہے چھٹی اور آخری بات یہ کہ مملکت مدینہ کے قیام کے وقت بھی دنیا کا امن اس وقت کی دو بڑی طاقتوں ایران و روم کی باہمی آویزشوں کے نتیجے میں سخت خطرے میں تھا اور ریاست مدینہ کو ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ ان دونوں کے اثرات سے بچتے ہوئے بین الاقوامی امن کے استحکام کے لئے ایک ایسی دنیا کا قیام عمل میں لائے جو عالم انسانیت کو امن سلامتی اخوت اور بھائی چارے سے ہمکنار کر دے۔ اور آج پاکستان بھی اسلام کی مصلحت کلی کے حوالے سے اسی مقام و مرتبے کا حامل ہے۔ جناب سراج منیر کا کہنا تھا کہ آج ہم نے سندھ سے آنے والوں کی باتیں اس لئے نہیں

سنی کہ وہ سندھی ہیں اور ہم پنجابی ہیں بلکہ اس لئے سنی ہیں کہ وہ بھی اسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کار ہیں جس کے ہم ہیں اور وہ بھی اسی خدائے ذوالجلال کا کلمہ پڑھتے ہیں جو ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر یہ بنیاد قائم رکھی جائے تو مسائل کے حل کے لئے مکالمے کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آج سارے عالم اسلام میں علاقائیت کی لہریں اس لئے پیدا کی جارہی ہیں کہ مغرب یہ سمجھتا ہے کہ اگر مسلمان ایک ہوگئے تو اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ کیونکہ سرمایہ داری اور کمیونزم کی ناکامی کے بعد اسلام ہی ایک نظام زندگی کی صورت میں دنیا کی فلاح و بہبود کا ضامن بن سکتا ہے

جناب سراج منیر کے خطاب کے بعد صدر مجلس میاں ظفیر احمد نے بھی اپنے طویل صدارتی خطاب سے سامعین کے صبر کا امتحان لیا جس میں وہ بہرحال کامیاب و سرخرو ہوئے صدر مجلس نے تحریک پاکستان اور تحریک بنگلہ دیش میں اپنے تجربات کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ ہماری بقاء صرف پاکستانی بن کر رہنے میں ہے ہم پنجابی بلوچ پٹھان اور سندھی بن کر زندہ نہیں رہ سکتے

اگرچہ مذاکرے اور مباحثے سے بھرپور اس طویل اجلاس کے ساتھ جناح ہال میں تین روزہ محاضرات قرآنی کا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ لیکن قرآن اکیڈمی میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں سندھ سے تشریف لائے ہوئے سندھی دانشور پروفیسر اسرار احمد علوی صاحب کے خطاب کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ روداد نامکمل رہے گی۔ پروفیسر اسرار احمد علوی صاحب سندھ کے علمی قصبے شکار پور کے رہنے والے ہیں اور گورنمنٹ کالج رانی پور میں سندھی زبان و ادب کے استاد ہیں۔ فروری میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دورہ سندھ کے دوران شکار پور میں ڈاکٹر صاحب کا قیام اور سوال جواب کی نشست کا اہتمام بھی انہیں کی رہائش گاہ پر تھا۔ پروفیسر صاحب کا نام تو اگرچہ تیسرے روز کے مقررین کی فہرست میں شامل تھا لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے ان کے خطاب کے پروگرام کو محاضرات سے متصل قرآن اکیڈمی میں منعقد ہونے والے تنظیم اسلامی کے اجتماع میں منتقل کر دیا گیا۔ پروفیسر صاحب کا شمار اگرچہ پرانے سندھیوں میں کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے نام کے ساتھ علوی کا لاحقہ اکثر حضرات کے لئے پریشان کن بن جاتا ہے۔ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ان کے جدامجد شاہ فقیر اللہ علوی رحمت اللہ علیہ ۱۱۵۰ ہجری میں افغانستان کے شہر جلال آباد سے ہجرت کر کے سندھ تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو رہے سندھ کی آبادی میں آج کل جن لوگوں کو پرانا سندھی تسلیم کیا جاتا ہے ان میں اکثر حضرات کے ناموں کے لاحقے اور قبیلوں کے نام اس بات کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد گزشتہ ہزار سال کی تاریخ میں کسی وقت آکر سندھ میں آباد ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ سندھ کی زمین اور سندھ کے باسیوں نے انہیں اتنا پیار دیا کہ انہیں اپنا وطن یاد

بھی نہ آیا اس تناظر میں اکثر پرانے سندھی اور نئے سندھی یعنی ۴۷ کے مہاجر یہ سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ اب حالات میں کیا تبدیلی واقع ہو گئی ہے کہ چالیس برس گزرنے کے بعد بھی نئے آنے والوں اور قدیم باشندوں کے درمیان بھائی چارے اور محبت کی وہ فضا پروان نہیں چڑھ سکی جو سرزمین سندھ کا خاصا تھی۔ چالیس برس قبل آکر بسنے والوں کی بات تو الگ رہی سو برس قبل پنجاب اور برصغیر کے مختلف حصوں سے آکر بسنے والے آباد کاروں کے خلاف بھی نفرت کے جذبات جاگ اٹھے ہیں۔ یہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا حل حکمرانوں' سیاسی قائدین اور قوم کو علمی و فکری قیادت فراہم کرنے والے علماء و فضلاء اور دانشور حضرات سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ ذکر چل رہا تھا سندھی دانشور پروفیسر اسرار احمد علوی کے خطاب کا جنہیں ڈاکٹر صاحب نے یہ کہہ کر دعوت خطاب دی کہ وہ مسئلہ سندھ پر محاضرات کے دوران ہونے والی گفتگو پر تبصرہ کریں۔ علوی صاحب نے کہا کہ ان محاضرات میں کچھ لوگوں نے ہمارے حق کی بات کی اور کچھ لوگوں نے حسب روایت ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا۔ انہوں نے کہا کہ سندھ نہ جی ایم سید یا جئے سندھ والوں کے نعروں کی وجہ سے پاکستان سے الگ ہو گا اور نہ ہی اسلام اور پاکستان کے نام پر نعرے بازی سے پاکستان کے ساتھ جڑا رہے گا۔ سندھ کی ناراضگی اور علیحدگی پسندی کا رحجان ٹھوس سیاسی اور معاشی اسباب و عوامل کی مسلسل کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔ مذاکرے میں شامل سندھی مقررین میں سے کوئی بھی کمیونسٹ لادین یا علیحدگی پسند نہیں تھا اس کے باوجود آپ نے ان کی گفتگو کے تیور دیکھ لئے ہیں۔ یہ سب لوگ تو ہندو کے ایجنٹ نہیں تھے صرف حالات کی سنگینی نے ان کے لہجوں میں تلخی کا زہر گھول دیا ہے۔ مشرقی پاکستان کے بارے میں بھی ہم نے حالات کو بہتر بنانے کے بجائے ہندو پر الزام تراشی کے ذریعے کام نکالنے کی کوشش کی اور نتیجہ دیکھ لیا۔ اب پھر وہی دلیلیں دہرائی جا رہی ہیں۔ پروفیسر علوی نے ۷۰ء کے انتخابی نتائج کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ۹۵ % سندھی آبادی والے علاقوں سے جی ایم سید اور پیر علی محمد راشدی جیسے لوگوں کی ضمانتیں ضبط ہو گئی تھیں۔ اہل وطن کو سوچنا چاہئے کہ آج حالات میں کیا تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ کہ لوگ جی ایم سید کی طرف دیکھنے لگے ہیں۔ مسئلہ سندھ بلکہ مسئلہ پاکستان کا حل بتاتے ہوئے علوی صاحب نے کہا کہ آئینی حقوق اور سیاسی عمل کی بحالی کے ساتھ ساتھ پانی کی تقسیم اور پڑھے لکھے نوجوانوں کی بیروزگاری جیسے مسائل ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ نیک نیتی اور اخلاص عمل کے ساتھ آئینی سیاسی معاشی اور معاشرتی محاذوں پر ہمہ گیر اور ہمہ جہتی اصلاح اور حقوق کی عملی تکمیل کے کام کا آغاز کر دیا جائے تو اس مسئلے کا حل کچھ مشکل نہیں۔ انتہا پسند نوجوانوں کی سرگرمیاں خود بخود دم توڑ جائیں گی۔ کیونکہ سندھی مسلمانوں کو اپنے مذہب اور عقائد سے بے پناہ لگاؤ ہے۔ □ □

Sher Shawl

شیر شال رجسٹرڈ

آل وول

تھوک و پرچون

گرم چادریں و سکارف * کشمیری * سادہ * تلے والی اور جرمنی کلدار

دُھسے مردانہ * کشمیری زنانہ سُوٹ

احرام کیلئے گرم چادریں اور رُومال

کوالٹی میں سب سے آگے

مناسب قیمت کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں

۲ - اے

لطیف کلاتھ مارکیٹ

محمد علی جناح روڈ کراچی-۲

فون ۲۲۸۹۲۷

دلکش جدید ڈیزائن | کوالٹی میں اعلیٰ ترین | آپ کی پسند کے عین مطابق

حامد سنز

ایف ۱۸/۱۷ البسم اللہ بلاک اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور

PHONES : 321839 - 56956

تنظیمِ اسلامی کے مرکزی دفتر کی سرگرمیاں اور ماہِ صیّام کے خصوصی پروگرام

تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر میں باقاعدہ طور پر شعبہ رابطہ قائم کیا گیا ہے جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱.....رفقاء کا مرکز سے مضبوط رابطہ۔

۲.....رفقاء کی سوچ' تجاویز' مشوروں اور شکایات سے آگاہ رہنا۔

۳.....رفقاء کو فکر و نظر کی توانائی بہم پہنچانے کا کام۔

۴.....رفقاء کو ان کے عہد کی مسلسل یاد دہانی کرانا (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے کو سورہ والعصر کے ذریعے یاد دہانی کراتے رہتے تھے۔)

۵.....رفقاء کی کیفیات اور دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کا مسلسل جائزہ لینا۔

۶.....رفقاء کو عملی میدان میں پیش آمدہ مشکلات کو حل کرنا اور ہدایات کے ذریعے حرکت میں رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مندرجہ بالا مقاصد کا حصول اگر کماحقہ نہیں تو کسی حد تک ضرور ہوا ہے۔ منفرد رفقاء سے خصوصی طور پر رابطہ کا خلاء محسوس کیا جا رہا تھا جس کو اللہ کے فضل سے پر کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اکثر رفقاء نے اس مرکزی رابطہ کو اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل قرار دیا۔ ہر رفیق سے اس کی ذاتی سطح پر رابطہ کی اس کوشش نے دلوں کے تار ہلائے ہیں اور جمود ٹوٹا ہے۔ تقریباً ۳۰٪ رفقاء نے خطوط کے فوری جوابات دیئے جبکہ ۴۰٪ نے دو یا تین خطوط کے بعد جواب دیا اور ساتھ ہی تاخیر پر ندامت کا اظہار کیا ہے۔ یہ احساس ندامت بھی اس راہ کا قیمتی سرمایہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے امید کا پودا مرجھانے نہیں پاتا۔ تیس فیصد رفقاء ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے بالکل جواب نہیں دیا اور اکثریت ان میں ایسے رفقاء کی ہے جن کا اپنی مقامی تنظیم اور اسرہ سے بھی کوئی رابطہ نہیں ہے۔ رفقاء اور خصوصاً منفرد رفقاء کے خطوط سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ ان کے سامنے

متحریک رہنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ احتسابی رپورٹ کے ذریعے انہیں متحرک اور فعال رہنے کا ایک راستہ دکھایا گیا ہے۔

چالیس فیصد رفقاء نے باقاعدگی سے اس سلسلے کا آغاز کر دیا ہے اور اس کے بہت مثبت اور مفید نتائج بر آمد ہوئے ہیں نیز یہ کہ رفقاء کی نمازوں میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔ متعدد رفقاء کی اسی فیصد نمازیں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اکثر رفقاء تلاوت قرآن سے محروم تھے لیکن مسلسل التماس سے اب تلاوت قرآن ان کے معمولات کا جزو لا نیفک بن چکا ہے۔ مطالعہ حدیث اور مطالعہ دینی لیٹریچر سے اکثر رفقاء لاتعلق اور نابلد تھے۔ الحمد للہ کہ اس رابطہ کے ذریعے ان کے اندر مسلسل تحریک و پیاس پیدا کی گئی اور اب میں خوشی کے احساس سے معمور ہو کر کہہ سکتا ہوں کہ احتسابی رپورٹ بھیجنے والے ستر فیصد رفقاء مطالعہ حدیث کا اہتمام کرتے ہیں اور دینی لٹریچر باقاعدگی سے پڑھتے ہیں قرآن کا کچھ حصہ حفظ کرنے پر بطور خاص زور دیا گیا اور یہ حقیقت دل میں اتارنے کی کوشش کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نور قرار دیا ہے۔ اس درخواست کی پذیرائی ابھی تک حوصلہ افزاء نہیں ہے اندازاً صرف ۳۵ فیصد رفقاء نے ہی اس کا اہتمام فرمایا۔ بہرحال کوشش جاری ہے۔

احتسابی رپورٹ کا بالائی نصف حصہ ایمان و یقین کی افزائش کا ذریعہ ہے جس کا لازمی نتیجہ عمل صالح ہے جو تواصی بالحق و تواصی بالصبر پر منتج ہوتا ہے اور یہی مطلوب ہے الحمد للہ کہ یہ نتائج بر آمد ہوئے ہیں کئی رفقاء نے اس کو اپنے لئے مژدہ جانفز اقرار دیا کہ اس کے ذریعے وہ سستی و تساہل کے عمیق غار میں گرنے سے بچ گئے۔ اس کا ثبوت سالانہ اجتماع میں منفرد رفقاء اور ان کے ہمراہ مبصرین کی کثیر تعداد کی شرکت سے ملتا ہے۔

منفرد رفقاء میں جو حضرات اپنے حالات اور مسائل کی وجہ سے تنظیم سے لاتعلق ہو چکے تھے اس یاددہانی سے انہیں بھولا ہوا سبق یاد آیا اور بہت سے حضرات نے تنظیمی وابستگی اور مقاصد سے ہم آہنگی کا یقین دلاتے ہوئے نیا بیعت فارم باصرار طلب فرمایا اور تجدید بیعت کی ہے۔ اب ان حضرات کا مرکز سے مضبوط رابطہ ہے۔

ماہ صیام سے قبل امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مرکزی دفتر گڑھی شاہو میں لاہور کے رفقاء کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ماہ صیام جشن نزول قرآن کا مبارک مہینہ ہے۔ لہٰذا اس میں صیام رمضان، قیام اللیل اور صرف نفلی عبادات کے اضافہ پر ہی اکتفا نہیں کر لینا چاہئے بلکہ فریضہ اقامت دین کی راہ ہموار کرنے کے لئے دعوت رجوع الی القرآن کا مناسب اہتمام ضروری ہے۔ اس مہم کا آغاز ہمیں خود اپنی ذات سے کرنا ہو گا۔ ماہ صیام سے قبل میرے کتابچہ "مسلمانوں پر قرآن کے حقوق" کا اسرہ کی سطح پر اجتماعی مطالعہ و مذاکرہ کا اہتمام کیا جائے امیر

محترم کے اس پیغام کا کیسٹ مقامی تنظیموں اور اسرہ جات کو فوراً ارسال کر دیا گیا ساتھ ہی ساتھ مرکز کی جانب سے بذریعہ خطوط اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلایا جاتا رہا اور اس کی ترغیب و تشویق اور تلقین و تاکید کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا۔ رفقائے تنظیم میں خطوط کے ذریعے ان خیالات کی یاد دہانی اور ترغیب و تشویق بار آور اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ منفرد رفقاء نے اپنے اپنے مقامات پر حسب استطاعت توسیع دعوت کی مہم چلائی اور افطار پارٹیوں کو عوامی رابطہ کا ذریعہ بنایا۔ مقامی اسرہ جات اور تنظیموں نے اس ماہ مبارک کو اپنی سرگرمیوں کا خصوصی ہدف بنا کر رجوع الی القرآن اور نظام بندگی رب کی خصوصی مہم چلائی۔ ان مقاصد کے پیش نظر افطار پارٹیاں رفقاء کی اقامت گاہوں میں منعقد کی گئیں اور حاضرین کو تقاریر' دروس قرآن اور لٹریچر کے ذریعے رجوع الی القرآن' بندگی رب' شہادت علی الناس اور اقامت دین کی دعوت پیش کی گئی۔ جہاں ممکن ہو سکا تنظیم اسلامی اور اس کے منشور کو بھی متعارف کرایا گیا۔

اسرہ شجاع آباد ان ہدایات پر عمل در آمد میں پیش پیش رہا جس کے نقیب جناب سید عاشق حسین شاہ بخاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تنظیم و تحریک کی خصوصی صلاحیتوں سے نوازا ہوا ہے۔ ان کی جسمانی معذوری اور ان کی انتھک کوشش کو دیکھ کر ہم جیسے صحت مند و توانا کے سر ندامت سے جھک جانے چاہئیں اور ہمیں اپنی ترجیحات کا از سر نو جائزہ لینا چاہئے۔

رفقاء نے انفرادی طور پر بھی اس کا اہتمام فرمایا۔ ایک دو مقامات پر اجتماعی شب بیداری کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس سلسلے میں پشاور کے رفقاء نے افطار پارٹیاں رفقاء کے گھروں میں منعقد کیں اور دین کی دعوت پیش کرنے کے علاوہ قرآن مجید کے حقوق نامی کتابچہ بڑی تعداد میں تقسیم کیا۔ اسی طرح راولپنڈی اور اسلام آباد کے رفقاء نے اپنے نقباء کی قیادت میں افطار پارٹیوں کا اہتمام کیا۔ دینی و تنظیمی دعوت گفتگو' تقریر' لٹریچر اور کیسٹوں کے ذریعے پیش کی۔ ڈسکہ اور اس کے گرد و نواح کے رفقاء نے بھی متعدد افطار پارٹیوں کے ذریعے توسیع دعوت کا کام کیا۔ رفیق محترم محمد اشرف صاحب اس سلسلے میں کافی کام کر رہے ہیں انہوں نے گاؤں کی مسجدوں میں افطار پارٹیاں منعقد کیں اور تقاریر کے ذریعے دین کی دعوت پیش کی۔

فیصل آباد میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی قیادت میں اس ماہ کافی موثر مہم چلائی گئی۔ اور افطار پارٹیوں کو رفقاء نے ذوق و شوق سے اپنے گھروں میں منعقد کیا اور درس قرآن' تقریر' لٹریچر کے ذریعے لوگوں کو فرائض دینی سے آگاہ کیا۔ رفقاء نے مساجد میں بھی جہاں ممکن ہو۔ کا افطار پارٹیاں منعقد کیں اور خصوصی طور پر صبح یا نماز عصر کے بعد کتابچہ "قرآن مجید کے مسلمانوں پر حقوق" پڑھا گیا۔ اور دروس قرآن کے سلسلے بھی شروع کئے گئے۔ رفقاء نے اکثر مقامات پر چار کتابچوں کا

خصوصی سیٹ بھی مفت لوگوں میں تقسیم کیا۔

گجرات اور وزیر آباد کے رفقاء نے بھی بڑی تعداد میں افطار پارٹیاں منعقد کیں اور شمس الحق اعوان و عبدالرحمٰن غوث صاحبان کی قیادت میں کافی بھرپور مہم چلائی اور چار کتابوں کے سیٹ تقسیم کئے۔ سیالکوٹ میں شمس العارفین صاحب اور ان کے رفقاء نے مل کر افطار پارٹیوں کو ترتیب دیا اور کتابچے بھی مفت تقسیم کئے۔

گوجرانوالہ کے رفقاء نے بھی اس دعوتی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور محمد یعقوب صاحب کی قیادت میں توسیع دعوت کی کوشش کی۔

نندی پور کے اسرے میں جناب محمد صالح صاحب نے رفقاء کے ساتھ مل کر اس دینی فکر کو آگے بڑھایا۔

کانبانوالہ اور مترانوالی کے رفقاء نے بھی عباس علی چیمہ اور محمد علی چیمہ صاحبان کی قیادت میں تنظیمی مقاصد کو اسی نہج پر آگے بڑھایا۔ اور کافی لوگوں میں لٹریچر تقسیم کیا۔

لاہور کے رفقاء نے اپنے نقباء کی زیر قیادت اپنے اپنے علاقوں اسی نہج اور ان ہی خطوط پر خاصا موثر کام کیا۔ چار کتابوں کے سیٹ سینکڑوں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے گئے۔ رفقاء کے گھروں کے علاوہ مسجدوں میں بھی افطار پارٹیوں کا اہتمام کر کے دعوت دین پیش کی گئی۔ مرکز گڑھی شاہو قرآن اکیڈمی اور شاہدرہ کے علاقوں میں (تین جگہ) ترجمۃ القرآن کا پروگرام پوری رات پر مشتمل تراویح میں پیش کیا گیا جو کہ اپنی نوعیت کا انوکھا اور بے نظیر پروگرام ہے۔ نقباء اور باصلاحیت رفقاء نے اپنے محلوں کی مساجد میں دروس قرآن کے سلسلے قائم کئے۔

لاہور میں مرکز کی ہدایات کے مطابق بھرپور دعوت افطار کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں قریباً ۱۵۰ افراد شریک ہوئے جن میں رفقاء تنظیم اسلامی ملتان بھی شامل تھے۔ رفیق محترم جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی صاحب نے حاضرین سے مفصل و مدلل خطاب ففرمایا۔ جو کہ بہت پسند کیا گیا۔ قبل ازیں امیر محترم بھی ۱۲ر مئی کو شجاع آباد میں خطاب عام فرما چکے تھے۔ لہٰذا مقامی رفقاء نے اس کے اثرات کو جمع کرنے کے لئے مزید محنت کی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تنظیم اسلامی کے حلقہ کو وسعت نصیب ہوئی۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تنظیم اسلامی ملتان میں بھی قیم تنظیم اسلامی ملتان جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی صاحب اور ان کے دست راست جناب محمد سعید بھٹہ صاحب کی مساعی سے کچھ حرکت عود کر آئی ہے۔ وہاں بھی متعدد افطار پارٹیوں کا اہتمام کیا گیا اور دعوت دین پیش کی گئی۔

تنظیم اسلامی سکھر بھی بفضل تعالیٰ متحرک ہوئی ہے۔ اور مقامی امیر جناب نجیب صدیقی صاحب

نے ماہ صیام میں صیام رمضان اور قیام اللیل کے ساتھ ساتھ ہفتہ وار شب بیداری جیسے مفید پروگرام ترتیب دیئے۔ جن میں امیر محترم کے مجوزہ تنظیمی لٹریچر کا اجتماعی مطالعہ ہوا اور اس پر بغرض تفہیم اظہار خیال اور مذاکرہ بھی ہوتا رہا۔ تنظیم اسلامی سکھر کے بزرگ رفیق جناب محمد دین صاحب کے تین صاحبزادگان نے جو کہ کتاب اللہ کے حافظ ہیں تین مختلف مساجد میں قرآن مجید بلا معاوضہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ شرف قبول سے نوازے۔

تنظیم اسلامی وہاڑی نے بھی ماہ صیام میں مفید پروگرام ترتیب دیئے وڈیو کیسٹ کے ذریعہ اپنی دعوت پیش کی گئی۔ نئے رفقاء کی شمولیت کے بعد اجتماعات عمومی میں شرکاء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور لوگ مقامی لائبریری سے بذریعہ کیسٹ و کتب استفادہ کر رہے ہیں۔ جمعتہ الوداع ۲۷ رمضان المبارک کو مرکز کی ہدایات کے مطابق مختلف شہروں میں یوم نفاذ شریعت منایا گیا جلسے کیئے گئے اور جلوس نکال کر اپنے جذبات کا اظہار کیا گیا۔

(مرتبین : ڈاکٹر منظور حسین یہ محمد غوری صدیقی)

ہر قسم کے بال بیرنگز کے مراکز

سندھ بیرنگ ایجنسی، ۶۵ منصور کوارٹر پلازہ کوارٹرز کراچی۔ فون ۷۲۳۳۵۸ ۷۲۱۱۷۲

خالد ٹریڈرز۔ بالمقابل کے۔ ایم۔ سی ورکشاپ نشتر روڈ کراچی

فون : ۷۳۵۸۸۳ / ۷۳۲۹۵۲ / ۷۳۰۵۹۵

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

(الفرقان : ۷۴)

اے ہمارے رب
ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں (کی طرف) سے
آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما
اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنادے

□ □ □ □

عطیہ اشتہار :

میاں عبدالواحد

بھگوان سٹریٹ، پرانی انارکلی لاہور

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف :)

" اور اے نبیؐ لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔ "

☆ ☆ ☆ ☆

اے مسلمانو! غور تو کرو۔ کیا تم نے آج زمانہ کے چلن کو اپنا رب تو نہیں بنالیا؟

اگر ایسا ہے تو پھر کیا تم مسلمان ہو؟

کیا اپنے تئیں مسلمان کہلوانے سے ربّ کائنات بھی تسلیم کرے گا۔ کہ تم اسی کے مسلم تھے۔

اے مسلمانو! اس کے لیے ثبوت فراہم کرو۔

ایس ایس سُپر سٹور

۴ رسوک سینٹر۔ گارڈن ٹاؤن لاہور

اہم اطلاع

امریکہ، کینیڈا، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب

میں ماہنامہ "میثاق" اور ماہنامہ "حکمت قرآن"

کا سالانہ زر تعاون جمع کروانے اور دیگر معلومات کیلئے درج ذیل حضرات سے رجوع کیا جا سکتا ہے

امریکہ

Dr. Khurshid A. Malik
810, 73rd Street Downers Grove, ILL.60516
Ph : 312–969–6755, 312–969–6756

کناڈا

Anwar-ul-Haq Qureshi
323 - Rusholme Rd., Apt. 1809
Toronto Ont. M6H 2Z2
Canda.

متحدہ عرب امارات

Mr. S. M. Nasimuddin
P. O. BOX 294 Abu-Dhabi
Ph : 554057, 559181, 325747

سعودی عرب

جدّہ

Mr. M. Asghar Habib
P. O. BOX NO. 167, CC720
Jeddah 21411 Saudi Arabia
Ph : 6721490

ریاض

Mr. Azimuddin Ahmed Khan
P. O. BOX NO. 20249, Riyadh - 11455
Ph : 4544496 - 4462865

الواسع

Mr. Ghulam Mustafa
P. O. Box No. 2464 Al-Wasai Riyadh - 11451
Ph :

کراچی میں میثاق کا سالانہ زر تعاون مکان داؤد منزل
نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت میں بھی جمع کرایا جا سکتا ہے

نبی اکرمؐ کی اصل جلالت قدر اور عظمت شان کو
کوئی حسین جان سے مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

ہمارے لیے اصل قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ:
کیا ہم آپؐ کے دامن سے صحیح طور پر وابستہ ہیں؟
اس لیے کہ اسی پر ہماری نجات کا دار و مدار ہے

اس اہم موضوع پر
ڈاکٹر اسرار احمد کی مختصر لیکن نہایت مؤثر تالیف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

ہمارے تعلق کی بنیادیں

کا خود بھی مطالعہ کیجئے اور اس کو پھیلا کر تعاون علی البر کی سعادت حاصل کیجئے

قیمت فی نسخہ: ... یکمشت صد نسخ پر ۳۳ فیصد کمیشن دیا جائے گا۔

بعثت انبیاء و رسل کا اساسی مقصد اور
بعثت محمدیؐ کی تکمیلی و تکمیلی شان نیز
انقلاب نبویؐ کا اساسی منہاج

ایسے اہم موضوعات پر

ڈاکٹر اسرار احمد
کی
حد درجہ جامع تصنیف

نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت

کا مطالعہ کیجیے

اعلیٰ سفید کاغذ ○ عمدہ طباعت ○ قیمت فی نسخہ ۴ روپے

مرکزی انجمن خدام القرآن ○ ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن ○ لاہور

□ □ □

سرِ ورقِ سالانہ خریداری

میں ماہنامہ "میثاق" لاہور کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں / چاہتی ہوں براہ مہربانی مجھے ماہ ______ کا شمارہ -/۴۰ روپے کی وی پی کی شکل میں درج ذیل پتے پر ارسال کر دیجئے / میری طرف سے سالانہ زر تعاون کی رقم بذریعہ منی آرڈر / بنک ڈرافٹ ارسال خدمت ہے۔

نام --

پتہ --

نوٹ: رقم ماہنامہ 'میثاق' ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر ارسال کی جائے

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE- IDENTIF
THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA
paragon

خالص اجزا — بہتر شربت
جامِ شیریں
خالص، پُرتاثیر، فرحت بخش
قرشی کے مشروبات
جامِ شیریں، صندل، الائچی، بزوری اورنج ڈرنک
آپ کا نبض شناس

THE ROARING LION OF AGRO-CHEMICAL INDUSTRY

BUBBER SHER UREA ®

THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS, AND THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS WELL.

AT DAWOOD HERCULES WE DO THINGS WELL ! RIGHT FROM OUR INCEPTION 12 YEARS AGO WE'VE BEEN ENGAGED IN A TREMENDOUS OUTPUT, ENSURING BETTER AND HEALTHIER CROPS AND STRENGTHENING THE NATIONAL ECONOMY. DURING THIS TIME WE'VE :

a. PRODUCED 4,000,000 TONS OF BUBBER SHER UREA.
b. SAVED MORE THAN US $ 750,000,000 IN FOREIGN EXCHANGE FOR PAKISTAN.
c. CONTRIBUTED RS. 2000,000,000 TO THE NATIONAL TREASURY IN THE FORM OF DEVELOPMENT SURCHARGE, DUTIES AND TAXES.
d. SAVED FERTILIZER SUBSIDY WORTH RS. 3000,000,000 IN OUR PRODUCTION WHICH WAS USED BY THE GOVERNMENT TO SUBSIDIZE FERTILIZER PRICES, GIVING AN ENORMOUS BENEFIT TO THE FARMER.

BROADLY SPEAKING WE ARE COMMITTED TO A BETTER QUALITY OF LIFE FOR OUR PEOPLE AND WE ARE DEVOTING OUR VAST TECHNOLOGICAL RESOURCES AND AGRO-CHEMICAL KNOW-HOW TO PROVIDING A VITAL INPUT FOR DEVELOPING HEALTHIER CROPS.

WE FEEL PROUD OF THESE ACHIEVEMENTS, AND SHALL CONTINUE TO PLAY OUR KEYROLE IN THE DEVELOPMENT OF AGRICULTURE AND ECONOMY OF PAKISTAN.

dh CHEMICALS

DAWOOD HERCULES CHEMICALS LIMITED
MAKERS OF BUBBER SHER UREA

DAWOOD CORPORATION LIMITED
DISTRIBUTERS OF BUBBER SHER UREA

promoters

- یہود نے عہدِ صدیقی رضؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا
- وہ آج بھی قاتل خلیفۂ ثانی ابو لؤلؤ فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں
- علی مرتضیٰ رضؓ کی طرح حضرت حسین رضؓ بھی قاتلینِ عثمان رضؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سیّد الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟

تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

امیرِ تنظیمِ اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو۲ جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیجئے:

① **سانحہ کربلا**: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

② **شہیدِ مظلوم**: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپکی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت صرف ۹/- روپے (سستا ایڈیشن -/۴)

قریبی بکسٹال سے طلب کیجئے یا ہم سے منگوائیے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبر: ۸۵۲۶۸۳

(Saeed)

میثاق کے سالانہ خریدار حضرات

توجہ فرمائیں

میثاق کے اندرون پاکستان کے تمام سالانہ خریداروں کے، خریداری نمبر تبدیل ہوگئے ہیں ۔ براہِ کرم اپنا نیا خریداری نمبر میثاق کے لفافے سے نوٹ کر لیجئے

□ □ □ □ □

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو

Seiko
BRAKE + CLUTCH LINING

میسی فرگوسن ٹریکٹر کے ہر ماڈل پرزہ جات کے ہول سیل ڈیلر

مالک ۔ طارق آٹوز ۱۳ نظام آٹو مارکیٹ بادامی باغ لاہور۔ فون : ۲۰۰۹۶۰

سهراب

MONTHLY
MEESAQ
LAHORE

Regd. L. No. 7360
Vol. 36 No. 7
JULY 1987